امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

کہاں گئی کابل ادارے کی خود مختاری ؟

جلد 3 شوال المکرم 1435ھ بمطابق اگست 2014ء شمارہ 6

عید الفطر کے پر مسرت موقع کی مناسبت سے

عالی قدر امیر المؤمنین حفظہ اللہ تعالی

کا پیغام

- بوبر گڈال CIA کی قید میں
- ہلمند کا تاریخی معرکہ! ایک چشم کشا رپورٹ
- حالیہ مصری انتخابات اور مغرب کے ارادے
- مذہبی سیکولرازم

صوبہ غزنی کے سترہ میں سے چودہ اضلاع میں مجاہدین کی تمام تشکیلات فعال ہیں۔

صوبہ غزنی کے گورنر محمد قاسم صمیم سے گفتگو

فرمان نبی کریم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال کان رجل یُداین الناس فکان یقول لفتاہ اذاتیت معسراً تجاوز عنہ لعل اللّٰہ ان یتجاوز عنا قال فلقی اللّٰہ فتجاوز عنہ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک آدمی تھا جو لوگوں کو قرض ادھا دے دیا کرتا تھا (توجب اپنے غلام کو قرض وصول کرنے کے لئے بھیجتا) توغلام سے کہتا اوراس کو ہدایت کردیتا کہ جب تم قرضہ وصول کرنے کے لئے کسی غریب اور مفلس کے پاس جاوتواس سے درگزر کروشائد (اس کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ ہم سے درگزر فرمائے اور معاف فرمائے۔یہ بیان فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر جب مرنے کے بعد وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوا تواللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمادیا۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماھنامہ

شریعت

جلد 3 شوال المکرم 1435ھ بمطابق اگست 2014ء شمارہ 6

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات و واقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

مدیر اعلیٰ : ولید افغان

نائب مدیر : شمس ابدالی

مجلس مشاورت

- ملا اسد افغان
- سلمان بدر
- ہارون بلخی
- فرہاد ہروی
- استاد فریدون

عکس درون

- کہاں گئی کابل ادارے کی خود مختاری ؟
- امارت اسلامیہ کی جانب سے صوبہ غزنی کے گورنر سے گفتگو
- ملکی صورتحال پر فتح ہلمند کے مثبت اثرات
- متعصبانہ انتخابات
- شیخ الحدیث مولوی عبد الحکیم شہید کی زندگی پر ایک نظر
- اپنے مفادات کا تحفظ اور قانون سازی
- حالیہ مصری انتخابات اور مغرب کے ارادے
- ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
- عید الفطر کے پر مسرت موقع کی مناسبت سے عالیقدر امیر المومنین کا پیغام
- نصاب تعلیم اور طلباء پر عیسائیت کے اثرات
- جعلی انتخابات، کرپٹ انتظامیہ کی بنیاد!!
- روسی فوجی قوت کا اجمالی جائزہ
- مذہبی سیکولرازم
- بوبر گڈال CIA کی قید میں
- ذرائع ابلاغ امریکی جنگ کا طاقتور اسلحہ
- جارحیت پسندوں کی گرفتاری ایک تیکنیک
- کونسی عالمی برادری؟؟؟
- صدام حسین ہمارے دشمن تھے مگر......
- ہلمند کا تاریخی معرکہ! ایک چشم کشا رپورٹ
- افغانستان گذشتہ جون میں
- رمضان کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

رابطہ کے لیے برقی پتہ:
shariatmagazine@yahoo.com

انٹرنیٹ ایڈیشن ملاحظہ کیجیے:
www.shahamat-urdu.com

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.........40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.........30 ڈالر

بنگلہ دیش.........28 ڈالر

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

کہاں گئی کابل ادارے کی خود مختاری؟

خود مختاری اور غلامی کی طوق سے آزاد رہنا ہر انسان کی فطری خواہش ہے۔ کوئی قوم ہزار ہا خامیوں اور برائیوں کا مجموعہ ہو سکتی ہے لیکن اس کے باوجود بھی وہ بحیثیت قوم اپنے لئے غلامی کو پسند نہیں کر سکتی، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کے چند کمینہ صفت لوگ مال و دولت یا جاہ و منصب کے حصول کے لئے نہ صرف خود غلامی کے طوق کو گردن میں ڈال دیتے ہیں بلکہ اپنی قوم کو بھی غیروں کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں۔ تاریخ اس قسم کے کمینہ صفت لوگوں کو انتہائی برے ناموں سے یاد کرتی ہے۔

جی ہاں! ہر کوئی اپنے لئے آزادی اور خود مختاری پسند کرتا ہے لیکن افغانوں کی انسانوں کی غلامی سے نفرت اور خود مختاری سے محبت عشق کی اس حد تک پہنچ گئی ہے جس کے لئے مال و جان کی قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہتے ہیں اور قدرت کی شان دیکھئے کہ اس قوم کی یہ قربانیاں کبھی بھی ضائع نہیں گئیں، اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اس قوم اور اس دھرتی کو انسانوں کی غلامی سے بچائے رکھا ہے۔ اگرچہ مختلف قوموں نے اس دھرتی پر قبضہ کی کئی بار کوششیں کی ہیں لیکن کسی کو بھی یہاں سکون کا سانس لینے کا موقع نہیں ملا۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قابض اور غاصب قوتوں نے جب بھی کسی قوم کی آزادی کو سلب کر کے ان پر قبضہ جمالیا ہے تو ایک طویل قبضہ کے بعد خود ہی ان قوموں کو آزاد کر کے اپنا ممنون بنالیا ہے۔ لیکن افغانستان میں معاملہ اس کے برعکس ہے یہاں جو بھی قابض بن کر آیا ہے الحمدللہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنی جہد و قربانی سے خود ہی ان کے خونی پنجوں سے آزادی حاصل کر لی ہے۔ ہم کبھی بھی کسی کی آزادی دینے اور اعلانات سے آزاد نہیں ہوئے۔

یہ درست ہے کہ ہر زمانے میں اس قوم کے بعض دنیا پرست اور ناعاقبت اندیش افراد بہک گئے ہیں لیکن خوش قسمتی کی بات ہے کہ پوری قوم کبھی بھی غاصبین اور ان کے کٹھ پتلیوں کے بہلانے والے کھوکھلے نعروں میں نہیں آئی۔ بلکہ یہاں تو ہمیشہ ان کٹھ پتلیوں کے اصل چہرے عوام کے سامنے نمایاں ہو گئے ہیں۔

ثور کے سیاہ انقلاب کے نتیجے میں جب روس کی کٹھ پتلیاں کرسی اقتدار تک پہنچ گئیں تو انہوں نے ملک کی آزادی، بڑی بڑی مثبت تبدیلیاں لانے اور لوگوں کو روٹی کپڑا مکان دلانے جیسے دیگر کئی خوشنما نعرے لگائے لیکن ان کی حقیقت سے آشنا اہل وطن نے ان کے نعروں میں آنے کی بجائے ان سے نجات کے لئے مسلح جہاد شروع کیا۔ اور پھر جب روس نے افغانستان پر یلغار کے نتیجے میں وقتی قبضہ کر کے اصلی حکمرانوں کی طرح یہاں کے چھوٹے بڑے فیصلے اپنے ہاتھ میں لے لئے تو افغان کمیونسٹ کٹھ پتلیوں کی اصلیت عوام پر واضح ہو گئی۔

آج جب امریکا کی سرپرستی میں مغربی غاصبوں نے ہمارے ملک پر قبضہ کر کے مغربی تہذیب زدہ، برائے نام افغانوں اور شمالی اتحاد کے ان سرکردہ افراد (جنہوں نے پنجشیر میں امریکا کے ساتھ چند ملین ڈالرز کے بدلے ملک کا سودا کیا تھا) کو اقتدار کی کرسی پر لا بٹھایا تو عوام کو بہلانے اور دھوکہ دینے کے لئے دو مرتبہ اپنے کاسہ لیسوں کے درمیان انتخابات کے نام سے ایک گھناونا کھیل بھی کھیلا۔ جس میں ہر دو دفعہ مغرب سے برآمد کردہ کرزئی کو کامیاب قرار دیا گیا اور مغرب سے لائے گئے مختلف اعلیٰ مناصب پر فائز دو اڑھائی سو افراد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کر دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ افغان قوم ان کی ڈرامہ بازیوں اور جعلی انتخابات کے نتیجے میں سامنے آنے والے افراد کی حقیقت و اصلیت سے واقف تھی، اس لئے نہ صرف یہ کہ انہوں نے غاصبین اور ان کے غلاموں کے خلاف جہاد جاری رکھا بلکہ دن بہ دن اس میں تیزی بھی لاتے گئے۔

امریکہ نے ان ساری دغا بازیوں اور فریب کاریوں سے مایوس ہونے کے بعد ایک اور چال چلی وہ یہ کہ کسی طرح افغان قوم کو کابل ادارہ ایک خود مختار ادارہ باور کرایا جائے تاکہ مغربی قابضین کے افغانستان سے چلے جانے کی صورت میں یہ ادارہ افغانستان میں باقی رہ کر ان کے اہداف ومقاصد کو پورا کرتا رہے۔کابل اور واشنگٹن کے درمیان فاصلہ ، کرزئی کی جانب سے امریکہ پر اعتراضات کا تسلسل اور سٹریٹجک معاہدہ پر کرزئی کے دستخط کرنے سے انکار جیسی باتیں سامنے لائی گئیں لیکن حالیہ صدارتی انتخابات میں ڈاکٹر عبداللہ اور اشرف غنی کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگی کو دور کرنے کے لئے امریکا کے وزیر خارجہ جان کیری کے افغانستان آنے اور دونوں کو اپنا فیصلہ ماننے پر مجبور کرنے ،نے عوام کے سامنے یہ حقیقت آشکار کردی کہ افغانستان میں ہر قسم فیصلے کا حق وائٹ ہاوس نے اپنے لئے محفوظ کر رکھا ہے ۔ حتی کہ ان کی زرخرید پرنٹ میڈیا سے بھی ایسے کئی مقالے نشر ہوئے ہیں جن میں اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ لیڈر کہلانے والے دو افغانوں کے جان کیری کے مسلط کردہ فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے افغانوں کی ناک کٹ گئی ہے۔

کشیدگی کی ابتداءیوں ہوئی کہ عبداللہ انتخابات کے نتائج کو تسلیم نہ کرتے ہوئے الگ حکومت بنانے کی کوششیں کررہا تھا اور اشرف غنی بلاشرکت غیرے حاکم بننا چاہتا تھا لیکن جیسے ہی جان کیری نے کابل میں قدم رکھا اور جولائی کے 11،12 تاریخ کو دونوں کو اپنے پاس بلاکر سمجھایا تو پھر نہ الگ حکومت بنانے کی رٹ تھی اور نہ ہی مخلوط حکومت سے انکار کی صدائیں سنائی دے رہی تھیں ۔اپنے کاسہ لیسوں اور افغانستان میں امریکی اہداف کے محافظ شمالی اتحاد کے سربراہان کو محرومی سے بچانے کے لئے جان کیری نے ووٹوں کی دوبارہ گنتی اور ملی وحدت کے نام سے مخلوط حکومت قائم کرنے کا حکم صادر کیا جسے دونوں دھڑوں نے بلاچوں وچرا بسر وچشم منظور کیا۔

وطن عزیز سے متعلق اہم فیصلے جب اغیار کے ہاتھ میں ہوں تو دکھ، غم اور غصہ کا ہونا فطری بات ہے لیکن جہاں تک شرم ،ذلت اور رسوائی کی بات ہے تو وہ افغان قوم کے لئے نہیں بلکہ مذکورہ بالا دو دھڑوں اور کابل ادارے کے لئے ہے۔

افغان ملت کے وفادار سپوتوں نے مغربی قابضین اور کابل ادارے کو ایک سمجھتے ہوئے قوم کو ان دونوں سے نجات دلانے کے لئے ان کے خلاف مسلح جہاد جاری رکھا ہوا ہے ،اس قسم کے حالات سے ان کے مقصد اور جدوجہد کی حقانیت پوری افغان ملت اور دنیا کے سامنے مزید روشن ہو جاتی ہے۔

راہ حق کے ان وفادار سپوتوں کی یہ جدوجہد جاری رہے گی اور اس وقت تک نہیں تھمے گی جب تک وطن عزیز کو قابضین اور ان کے غلاموں کے ناپاک وجود سے پاک نہ کردیا جائے۔

ان شاء اللہ

صوبہ غزنی کے سترہ میں سے چودہ اضلاع میں مجاہدین کی تمام تشکیلات فعال ہیں۔

امارت اسلامیہ کی جانب سے صوبہ غزنی کے گورنر محمد قاسم صمیم سے گفتگو

گفتگو: خبیر احمد مجاہد

غزنی افغانستان کے مرکزی صوبوں میں سے ایک ہے۔ اس کے مشرق میں صوبہ لوگر اور میدان وردگ، شمال میں بامیان اور دایکنڈی، مغرب میں زابل، اروزگان اور جنوب میں پکتیا اور پکتیکا کے صوبے واقع ہیں۔

صوبہ غزنی کا رقبہ 22915 کلومیٹر اور آبادی آخری سروے کے مطابق تقریبا 9 لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ غزنی جو افغانستان کے گنجان آباد علاقوں میں سے ہے اس لحاظ سے بھی یہ افغانستان کا ایک مشہور علاقہ ہے۔ اس صوبے کا دارالحکومت غزنی شہر اسلامی تاریخ کے درمیانے دور میں غزنویوں کی بڑی سلطنت کا مرکز تھا۔ غزنی مرکزی شہر کے علاوہ 17 اضلاع پر مشتمل ہے۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں۔

اندڑ، دہیک، زنہ خان، رشیدان، خواجہ عمری، خوگیانی، واغز، جاغوری، ناور، مالستان، اجرستان، گیرو، قرہ باغ، آب بند، مقر، گیلان اور ناوہ۔

صوبہ غزنی کا شمار افغانستان میں جہاد کے گرم محاذوں میں ہوتا ہے۔ امریکی جارحیت کے بعد سے اب تک یہاں جہادی تحریک بلاروک ٹوک جاری ہے۔ جس کی برکت سے بہت سے علاقے جارحیت پسندوں نے خالی کر دیے ہیں۔ اور بقیہ علاقوں کی آزادی کے لیے تحریک جاری ہے۔ آج کی محفل میں ہم نے صوبہ غزنی میں امارت اسلامیہ کے عمومی جہادی ذمہ دار مولوی محمد قاسم صمیم صاحب سے گفتگو کی ہے جو نذر قارئین ہے۔

سوال: محترم گورنر صاحب! آپ نے حالیہ دنوں میں صوبہ غزنی کی جہادی تحریک اور جہادی محاذوں کو قریب سے دیکھا ہے، صوبے کے جہادی حالات پر روشنی ڈالیں کہ وہاں خیبر آپریشن کا سلسلہ کس طرح چل رہا ہے اور کتنا علاقہ مجاہدین کے زیر اثر ہے؟

جواب: الحمدللہ صوبہ غزنی کے عمومی جہادی حالات قابل اطمینان ہیں۔ صوبے کے 14 اضلاع میں امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین کا بہت فعال نظام موجود ہے۔ اس کی تشکیلات فعال ہیں۔ مجاہدین بہت اتفاق اور اتحاد سے بہت بلند حوصلے کے ساتھ اپنے عسکری امور انجام دے رہے ہیں۔ اجمالی طور پر عسکری جہادی حالات کی وضاحت اور تشریح مختصر الفاظ میں یوں کریں گے۔

الف: ناوہ، رشیدان اور زنخان تینوں اضلاع فتح ہو چکے ہیں۔ دشمن کا کوئی فوجی یا اربکی وہاں موجود نہیں۔

ب: گیرو، خوگیانی اور واغز کے اضلاع مجاہدین کے دائمی محاصرے میں ہیں۔ دشمن ان علاقوں کو رسد کی فراہمی کسی بڑی کانوائے یا فضائی راستے سے کرتا ہے۔ ضلع خوگیانو کے مرکز کے پانچ سو میٹر میں پنی نامی علاقے میں موجود ہیں۔ یہ گاؤں مجاہدین کا مضبوط مرکز ہے۔ ضلع واغز کے ایک کلومیٹر میں اخند خیلو نامی علاقے میں مجاہدین موجود ہیں۔ اس گاؤں میں مجاہدین رہتے ہیں اور اسی گاؤں سے مجاہدین دشمن پر حملے کرتے ہیں۔

ج: گیلان، آب بند، قرہ باغ، اندڑ اور دہیک کے اضلاع ستر فیصد مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں۔ بقیہ تیس فیصد علاقوں میں دشمن رہتا ہے جہاں وہ سکون سے بھی رہ نہیں سکتے۔ مجاہدین اپنی عسکری منصوبہ بندی کے تحت ان پر حملے کرتے رہتے ہیں۔

د: غزنی مرکز، مقر اور خواجہ عمری کے اضلاع میں دیگر اضلاع کی بنسبت دشمن زیادہ موجود ہے مگر مجاہدین الحمدللہ مضبوط ارادے سے دشمن کے کیمپوں اور چیک پوسٹوں پر منظم اور کامیاب حملے کر رہے ہیں جس میں ہر حملے میں دشمن جانی ومالی نقصان سے دوچار ہو جاتا ہے۔ خصوصا غزنی کے

مرکز میں دشمن مجاہدین کے گوریلا گروپوں کی کارروائیوں اور حملوں کی وجہ سے سخت گھبراہٹ اور پریشانی کا شکار ہے۔

خیبر آپریشن کا آغاز غزنی میں مقررہ تاریخ پر منظم طریقے سے اللہ اکبر کے نعرے سے کیا گیا۔ جس میں اب تک بہت سی کامیابیاں ہاتھ آئی ہیں۔ اس سلسلے میں تمام حملوں اور کامیابیوں کا ذکر تو شاید یہاں ممکن نہ ہو اس لیے یہاں چند کارروائیوں کی جانب مختصر اشارہ کریں گے۔

ضلع گیلان میں دشمن کی ایک بڑی کانوائے مجاہدین کی جانب سے دس روز تک مقابلے کے بعد شرمناک شکست سے دوچار ہو کر فرار ہوگیا۔ دشمن مجاہدین کے علاقوں میں آگے بڑھنے کی جرات نہ کرسکا۔

ضلع آب بند میں ایک تیکنیکی حملے کے نتیجے میں اربکیوں کا ایک بدنام کمانڈر شاد نام ہلاک ہوگیا۔

ضلع واغز کا سیکیورٹی کمانڈر اپنے چار ساتھیوں سمیت اور خواجہ عمری کا سیکیورٹی کمانڈر دو الگ الگ حملوں میں ہلاک ہوگئے۔ قرہ باغ میں اربکیوں کی دو چیک پوسٹیں، خوگیانو میں ایک چیک پوسٹ جو حال ہی میں قائم کیا گیا تھا مکمل طور پر فتح کیا گیا۔ ضلع انڈر کے علاقے علیزو میں وحشی امریکیوں کے چھاپے میں مجاہدین سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ علاقے کے عینی شاہدین کے مطابق یہ چھاپہ درجنوں امریکیوں اور نیشنل آرمی کے اہلکاروں کی ہلاکت کے ساتھ اختتام پذیر ہوگیا۔ ان مختلف آپریشنوں میں دشمن کے درجنوں افراد ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ دو میل مشین گن، ایک میل دراز کوف، تین میل راکٹ، چھ میل کلاشنکوف مجاہدین کو غنیمت میں مل گئے۔ اسی طرح غزنی کے مرکز اور دیگر اضلاع میں بھی انتہائی اہم کارروائیاں ہوئی ہیں۔ خیبر آپریشن اب تک بہت اچھا اور فتوحات سے بھرپور جارہا ہے۔

سوال: محترم گورنر صاحب انتخابی ڈرامے کے دوسرے مرحلے کے مطابق کچھ وضاحت اگر ہوجائے کہ غزنی اور اس کے ملحقہ علاقوں میں یہ دن کیسے گزرا اور مجاہدین اس ڈرامے کو منتشر کرنے کے لیے کس حد تک تیار تھے اور کارروائیوں کی سطح کیا رہی؟

انتخابات کا دوسرا مرحلہ غزنی کے تمام اضلاع میں بے نتیجہ اختتام پذیر ہوگیا۔ آٹھ اضلاع میں انتخابی مراکز کا وجود ہی نہ تھا۔ پانچ اضلاع میں دشمن نے انتخابات کے لیے ایک ایک مرکز قائم کیا تھا۔ بیلٹ بکس ضلعی ہیڈکوارٹر میں رکھے گئے تھے۔ صبح سات بجے سے شام پانچ بجے تک مجاہدین نے تمام انتخابی مراکز پر منظم حملے کیے۔ مجاہدین کی ہدایت پر عام لوگ بھی گھروں سے باہر نہ نکلے۔ اس لیے عوام نے انتخابات میں حصہ ہی نہیں لیا۔ شہر کے چار انتخابی مراکز میں بارودی سرنگ کے دھماکے ہوئے۔ اسی لیے شہر میں بھی لوگ انتخابات میں شریک نہ ہوئے۔ مجاہدین شیطانی ڈرامے کے خاتمے کے لیے پوری طرح تیار تھے جس کے نتیجے میں انتخابات منتشر اور ناکامی کا شکار ہوگئے

> حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان ہدایات پر اگر عمل کرلیا جائے تو اللہ تعالی کی نصرت ہمیں بھی نصیب ہوگی۔ میرا دوسرا پیغام یہ ہے کہ عام لوگوں سے اچھا سلوک کرو اور اچھا برتاو رکھو۔ کیوں کہ تیرہ سالوں سے ہم جو جہاد کررہے ہیں وہ صرف اور صرف اللہ تعالی کی نصرت اور عوام کے مضبوط تعاون کے بدولت ممکن ہوا ہے۔ عوام ہمارے جہادی سلسلے میں عملاً شریک ہیں اس لیے ان کے جائز مطالبات سننا اور ان کو ان کے حقوق ادا کرنا لازمی ہے۔

سوال: صوبہ غزنی میں اربکیوں کی موجودگی کی خبریں کبھی کبھی آتی ہیں۔ اس حوالے سے تھوڑی سی معلومات دیں کہ مجاہدین نے ان کی بیخ کنی کے لیے کتنا کام کیا ہے اور خصوصاً عوام کا تعاون اربکیوں کے مقابلے میں مجاہدین کے ساتھ کتنا ہے؟

جواب: ہاں واقعتاً کبھی کبھی ذرائع ابلاغ پر صوبہ غزنی میں اربکیوں کے شرارت اور موجودگی کی خبریں دی جاتی ہیں۔ مگر اتنا بھی نہیں جتنا میڈیا پر پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ مقر، قرہ باغ، شلگر اور ہیک کے اضلاع میں کچھ علاقوں میں یہ مسلح جنگجو کچھ نہ کچھ موجود رہتے ہیں۔ مگر ان کے عام اثر رسوخ کا خاتمہ کیا گیا ہے۔ عوام کا تعاون مجاہدین کے ساتھ بے انتہا بڑھ رہا ہے شلگر کے تین میں سے دو حصے مجاہدین کے زیر کنٹرول ہیں۔ دشمن کے آنے جانے والوں راستوں پر بارودی سرنگوں کے جال بچھادیے گئے ہیں۔ مجاہدین اپنے منصوبوں کے مطابق ان کی چیک پوسٹوں پر حملے کرتے رہتے ہیں۔ عوام کے تعاون سے مجاہدین چیک پوسٹوں کے درمیان دشمن پر گوریلا حملے کررہے ہیں۔

ضلع قرہ باغ کابل قندہار شاہراہ پر دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ گذشتہ

سال اوپر کے سارے حصے پر دشمن کا قبضہ تھا اور نیچے کا علاقہ بھی آدھے سے زیادہ دشمن کے زیر کنٹرول تھا۔ اس سال الحمد للہ شاہراہ کے نیچے کا سارا علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ اس سال الحمد للہ سڑک کے نیچے کا سارا علاقہ مجاہدین کے کنٹرول میں ہے۔ جبکہ اوپر کے خطے میں مجاہدین نے ایک خاص تیکنیک سے دو چیک پوسٹیں فتح کیں جس سے بہت سارے گاوں مجاہدین کے کنٹرول میں آگئے۔ ضلع ہیک کا تین چوتھائی حصہ مجاہدین کے قبضے میں ہے۔ ایک حصہ جس میں رباط، تاسنگ، اور لغوات کے گاوں آتے ہیں وہ اربکیوں کے شر سے محفوظ نہیں ہیں۔ ایک ماہ سے رباط مجاہدین کے محاصرے میں ہے۔ لغوات اور تاسنگ میں بھی مجاہدین کی گوریلا کارروائیاں جاری ہیں۔ جن میں اب تک اربکیوں کے اہم کمانڈر عبد الرحمن اور جان ولی سمیت بہت سے اربکی ہلاک ہوچکے ہیں۔ گیلان اور آبند کے اضلاع کی جانب سے مقر پر مسلسل حملے جاری ہیں۔ اس لیے غزنی میں اربکیوں کی شرارت کا مسئلہ زیادہ پریشان کن نہیں ہے۔ ان کے اثر ورسوخ کا راستہ روک دیا گیا ہے اور عوام پوری قوت سے مجاہدین کے ساتھ کھڑے ہیں۔

سوال: چونکہ کابل قندہار شاہراہ کا اکثر حصہ صوبہ غزنی سے گذرتا ہے اس لیے مہربانی فرماکر اس شاہراہ کی سیکیورٹی صورتحال پر کچھ روشنی ڈالیں۔ کہ مجاہدین نے عام مسافروں کی تحفظ کے لیے کیا پروگرام ترتیب دیے ہیں۔ چوروں اور ڈاکووں کا راستہ کہاں تک روکا گیا ہے۔ اور خدانہ کرے اگر مجاہدین میں سے کوئی ایسی حرکت کرے اور عام مسافروں کو تکلیف دے تو فوری طور پر ان کی سزا اور تفتیش کے متعلق آپ کی کارروائی کیا ہوتی ہے؟

جواب: کابل قندہار شاہراہ پر ہر چار کلومیٹر کے فاصلے پر دشمن کی چیک پوسٹیں قائم ہیں اس لیے اکثر چوریاں اور ڈاکے کابل انتظامیہ کے اہلکاروں اور اربکیوں کے ہاتھوں ہوتے ہیں۔ مجاہدین نے عوامی ہمدردی کی بنا پر پمفلٹ کے ذریعے ڈرائیورز کو مخصوص فون نمبر دے دیے ہیں تاکہ مشکل پیش آنے پر مجاہدین کو اطلاع کریں۔ اس طرح مسافروں کی مشکلات کافی حد تک کم ہوگئی ہیں۔ ایک مرتبہ شنکر نانی کے علاقے میں ڈاکووں نے 303 ماڈل سروس گاڑیوں کا راستہ روک رکھا تھا۔ ڈرائیوروں نے مجاہدین کو اطلاع دی۔ بہت جلد مجاہدین علاقے میں پہنچ گئے۔ کچھ دیر مقابلے کے بعد دو ڈاکو زندہ گرفتار ہوگئے جبکہ باقی فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ الحمد للہ گاڑی کی تمام سواریاں محفوظ رہیں۔ مذکورہ دو چوروں کو محکمہ قضا کے فیصلے کے مطابق ان کے جرم کی سزا دی گئی۔ الحمد للہ مجاہدین کی صفوں میں اب تک ایسا کوئی فرد پیدا نہیں ہوا جو مجاہدین کے نام پر چوری کرے یا ڈاکہ مارے۔ اگر ایسا کوئی فرد پیدا ہو بھی جائے تو ان شاء اللہ بہت جلد تفتیشی گروپ کی جانب سے گرفتار ہو جائے گا اور شرعی محکمے کے حوالے کردیا جائے گا۔

سوال: صوبہ غزنی کے عوام کے ساتھ مجاہدین کے روابط اور تعلقات کے متعلق اگر کچھ بتائیں کہ ان کے درمیان باہمی تعاون، ہمدردی اور عمومی تعلقات کس حد تک ہیں؟

جواب: غزنی کے مجاہدین کے اپنے عوام سے بہتر تعلقات، ہمدردی اور رابطہ رکھتے ہیں۔ مخلص عوامی رہنماوں کے صلاح ومشورے سے ان کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور جھگڑوں کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہر ضلع کی سطح پر انتظامی حوالے سے اچھے بااخلاق عالم کو ذمہ دار متعین کیا گیا ہے۔ یہ عوامی حمایت کی بڑی دلیل ہے۔ عوام اب بھی جانی ومالی تعاون کرتے ہیں۔ بہت شدید حالات میں انہیں اپنے گھروں میں شب بسری کے لیے جگہ دیتے ہیں۔ مجاہدین کی حفاظت کے لیے علاقے میں پہرے دیتے ہیں۔

امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے اللہ تعالی کی نصرت اور عوام کے تعاون سے غزنی کا 70 فیصد علاقہ خارجی قوتوں اور ان کے داخلی مزدوروں سے خالی کروایا ہے۔

سوال: محترم مولوی صاحب! غزنی کی جہادی زندگی کے متعلق کوئی تازہ، خوشگوار اور دلچسپ یادگار واقعہ جو آپ کے ساتھ پیش آیا ہو اور اس کی اشاعت کا عمومی فائدہ ہو آپ ہمارے قارئین کے ساتھ شریک کریں۔

جواب: جہادی زندگی کے یادیں تو بہت زیادہ ہیں مثال کے طور پر چند واقعات جو بہت حالیہ ہیں آپ سے شریک کرتا ہوں۔

ضلع گیلان میں ایک بڑی کانوائے آئی تھی۔ علاقائی ریڈیو میں دشمن نے بہت تکبر اور غرور کے ساتھ یہ اعلان کیا کہ بہت جلد ہم طالبان سے ضلع گیلان خالی کروائیں گے۔ مجاہدین نے بلند حوصلے اور مضبوط عزم کے ساتھ آٹھ دن اور آٹھ راتوں تک مسلسل دشمن کا آمنے سامنے مقابلہ کیا۔ بزدل دشمن نے

نویں روز علاقائی بڑے بڑوں کے توسط سے مجاہدین سے درخواست کی کہ آپ ہمیں بس ایک مرتبہ گیلان میں صرف ایک گشت کی اجازت دے دیں بس پھر ہمارا آپریشن ختم ہو جائے گا۔ مجاہدین نے عسکری شوریٰ کے فیصلے کے مطابق انہیں جواب دیا کہ ہم زندگی کی آخری سانسوں تک بھی آپ کو گیلان کی سرزمین پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے بعد جنگ اور شدید ہو گئی بالآخر دسویں روز دشمن شرمناک شکست کھا کر علاقے سے فرار ہو گیا۔ اس جنگ میں نیشنل آرمی کا ایک فوجی زندہ گرفتار ہو گیا، دو میل کلاشنکوف اور ایک دوربین غنیمت میں ہاتھ آیا۔

دوسرا واقعہ:

دشمن نے ضلع خوگیانو میں ایک نئی چیک پوسٹ قائم کی جس پر مجاہدین نے شدید مزاحمت کی۔ تیسرے روز شام کو عصر کے وقت مجاہدین نے اس چیک پوسٹ پر حملہ کر دیا۔ غورزنگ نامی اربکیوں کے ایک کمانڈر نے وائرلیس فون پر مجاہدین کے چینل پر آکر اسلامی شعائر کی بہت شدید الفاظ میں توہین کی اور امارت اسلامیہ کے رہنماوں کو مغلظات بکیں۔ ایک مجاہد نے وائرلیس پر اسے ان الفاظ میں جواب دیا: "اے اللہ تعالیٰ! اپنی قدرت کاملہ سے غورزنگ کا منہ توڑ دے اور ہمیں فتح عطا فرما"۔ میں نے دل میں کہا ان شاء اللہ یہ دعا اسی طرح قبول ہو گی۔ لڑائی رات دس بجے تک جاری رہی۔ رات کو ایک بجے غزنی کے مرکز سے چیک پوسٹ کو کمک فراہم کرنے کے لیے ایک کانوائے پہنچ گئی۔ مجاہدین کی شدید مزاحمت کے باعث یہ کانوائے علاقے سے باہر ہی رکی رہی اور دشمن اپنے ساتھیوں کو کمک فراہم نہ کر سکا۔ تب دشمن نے اپنے فوجیوں کو بھاگ جانے کا حکم دیا۔ پھر یہی ہوا فوجی فرار ہو گئے اور مجاہدین نے چیک پوسٹ فتح کر ڈالا۔ غزنی کے ایک فوجی ہسپتال میں مجاہدین سے رابطہ رکھنے والے ایک ڈاکٹر نے بتایا اس چیک پوسٹ سے 6 اربکیوں کی لاشیں اور 4 اربکی زخمی حالات میں لائے گئے ہیں۔ ان زخمیوں میں غورزنگ نامی شخص بھی شامل ہے جس کے منہ پر زخم آئے ہیں۔ اس کے جبڑے ٹوٹے ہوئے ہیں جس منہ سے اس نے کچھ دیر قبل مقدس اسلامی شعائر کو گالیاں دی تھیں۔ اب وہ بہت بری حالت میں مجاہدین سے تعلقات رکھنے والے ایک ڈاکٹر کے استرے تلے تڑپ رہا تھا اور بڑبڑا رہا تھا۔ یہ لمحہ بھی ہمارے لیے بہت عبرتناک اور سبق آموز تھا۔

سوال: جناب گورنر صاحب! کوئی پیغام یا کوئی خاص بات جس کی جانب گفتگو میں اشارہ نہ کیا گیا ہو۔

جواب: اپنے بہادر مجاہدین کے لیے میرا پیغام ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں ہمیشہ پیش نظر رکھیں جو انہوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط میں لکھی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف گیارہ جہادی محاذ قائم رکھے تھے۔ ہر ہر محاذ کے لیے انہوں نے ایک ایک کمانڈر کا تعین کر رکھا تھا۔ اور ان سب کے چیف کمانڈر کے طور پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تعین کیا تھا۔ ان کے نام لکھے گئے خط میں آپ رضی اللہ عنہ نے لکھا:

(1) لوگوں کے سامنے اور تنہائی میں اللہ سے ڈرو۔

(2) مرتدین کو پہلے دعوت دو اور ان پر واضح کر دو کہ ان کے اسلام پر اور اسلام کے ان پر کچھ حقوق ہیں۔

(3) اپنی پالیسی کسی حال میں ترک نہ کرو اور اپنا ہر کام اخلاص سے کرو۔

(4) پوری ہوشیاری سے کفار اور مرتدین سے لڑو۔

(5) اپنے ساتھیوں کو آپس میں اختلاف کرنے نہ دو تاکہ ان میں کمزوری پیدا نہ ہو۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان ہدایات پر اگر عمل کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمیں بھی نصیب ہو گی۔ میرا دوسرا پیغام یہ ہے کہ عام لوگوں سے اچھا سلوک کرو اور اچھا برتاو رکھو۔ کیوں کہ تیرہ سالوں سے ہم جو جہاد کر رہے ہیں وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت اور عوام کے مضبوط تعاون کے بدولت ممکن ہوا ہے۔ عوام ہمارے جہادی سلسلے میں عملاً شریک ہیں اس لیے ان کے جائز مطالبات سننا اور ان کو ان کے حقوق ادا کرنا لازمی ہے۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

ملکی صورتحال پر فتح ہلمند کے مثبت اثرات

تحریر: شاہد غزنوی

ملک کے جنوبی صوبہ ہلمند میں مجاہدین کی حالیہ کامیاب کارروائیوں نے دشمن کو ہلا کر رکھ دیا۔ ہلمند کے سنگین، نوزاد، نکی اور دیگر اضلاع میں مجاہدین نے دشمن پر اقدامی جنگ کا آغاز کیا جس کے بعد شدید لڑائی چھڑ گئی، مجاہدین نے پیشرفت کی اور کئی علاقوں پر امن کا سفید پرچم لہرادیا، 21جون کو سنگین، نوزاد، نکی سمیت چھ دیگر علاقوں پر فتح کے جھنڈے گاڑنے کے بعد یہ لڑائی اختتام کو پہنچی۔

ان کارروائیوں میں مجاہدین نے دشمن سے بھاری مقدار میں اسلحہ حاصل کرنے کے علاوہ درجنوں فوجیوں کو بھی زندہ گرفتار کیا۔ یہ کارروائیاں کیف اور کم کے اعتبار سے نہایت اہم قرار دی جارہی ہیں، کیونکہ رواں برس کے اختتام تک تمام غیر ملکی افواج افغانستان سے نکل جائیں گی اور ہماری تنخواہ دار فورسز ابھی سے بوکھلا کر طالبان کی کارروائیوں کے خوف سے محفوظ مقامات کی طرف فرار ہونے لگیں ہیں۔

ہمارے ملکی فوجی جوانوں اور سیکورٹی اہلکاروں میں غیرت ہے اور نہ ہی ایمانی جذبہ ہے وہ طالبان کے حملوں کا سامنا نہیں کرسکتے، ان کے حوصلے پست ہوتے جارہے ہیں اس لئے وہ طالبان سے آملتے ہیں، سرنڈر ہوتے ہیں اس لئے کہ انہیں اپنی تحفظ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ وہ اپنی تحفظ کے لئے طالبان کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور ہر ماہ سینکڑوں اہلکار سرنڈر ہوجاتے ہیں۔

صوبہ ہلمند ملک کی سطح پر واحد صوبہ ہے جہاں طالبان کی موثر قوت موجود ہے جو دشمن کے لئے ایک چیلنج سے کم نہیں۔ اس اہم صوبے میں طالبان کی پیشرفت ملکی سطح پر دشمن کی افواج کے لئے ایک پیغام ہے جس سے دشمن کے حوصلے پست ہورہے ہیں، ان پر خوفناک اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

صوبہ ہلمند میں مجاہدین کی پیشرفت جاری ہے جس نے دشمن کو شدید مشکلات سے دوچار کردیا ہے جبکہ ملک کے دیگر صوبوں بالخصوص دارالحکومت کابل میں طالبان نے اپنی کارروائیاں تیز کردی ہیں اور دشمن کو شکست خوردہ دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر مجبور کردیا ہے۔

2جولائی کو کابل سے چند کلومیٹر فاصلے پر سخی علاقے میں ائیرپورٹ عملہ کے بس پر فدائی حملہ کیا گیا جس میں دشمن کو شدید نقصان پہنچا۔ مجاہدین نے ایک ایسے وقت میں اس بس کو نشانہ بنایا جب جعلی انتخابات کے ڈرامے کے لئے دارالحکومت اور صوبوں میں فوجی اہلکار تعینات کئے گئے تھے۔

اس کے بعد مجاہدین نے کابل کے ائیرپورٹ پر میزائل فائر کرکے حملہ کیا اس حملہ میں بھی دشمن کو بھاری مالی نقصان پہنچا۔ دشمن نے بہت کوشش کی کہ ان حملوں کو ناکام ظاہر کرکے ان کے اثرات کم ثابت کریں لیکن میڈیا نے شہ سرخیوں اور بریکنگ نیوز کے ساتھ ان حملوں کی رپورٹ شائع کردی۔

چونکہ صوبہ ہلمند عسکری لحاظ سے اہم صوبہ ہے، جہاں دشمن کی بڑی قوت موجود ہے جبکہ طالبان بھی ایک موثر قوت کے طور پر موجود ہیں اور دشمن پر ان کی دہشت کا اثر اور خوف ہوتا ہے اس لئے دشمن کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ پروپگنڈے کے ذریعے طالبان کی قوت کو کم ظاہر کرکے بین الاقوامی سطح پر رائے عامہ کو اپنے حق میں تبدیل کریں۔

جب بھی طالبان پیشرفت کرتے ہیں تو وہ یہ الزامات عائد کرتے ہیں کہ ان حملوں میں کسی دوسرے ملک کا ہاتھ تھا، طالبان اتنے بڑے حملے نہیں

کرسکتے ان میں کوئی تیسرا ملک ملوث ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان جھوٹے پروپیگنڈوں سے خود ناکام ثابت ہوگئے اوران کے فوجیوں کے حوصلے پست ہوگئے وہ اپنے الزامات کا دفاع بھی نہیں کرسکتے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے اگرواقعی جنگ میں فتح حاصل کرنے کا تعلق کسی دوسرے ملک کے فوجی تعاون پر منحصر ہے تواب کرزئی حکومت کی عملداری پورے ملک پر ہونی چاہیے تھی کیونکہ اس کی پشت پر جدید ہتھیاروں سے لیس امریکی اور نیٹوافواج کھڑی ہیں جبکہ صورتحال یہ ہے کہ کہیں بھی حکومتی رٹ نظرنہیں آرہی برائے نام حکومت مسلط ہے جواندر سے کھوکھلا ہے اس کا بوسیدہ نظام کسی بھی وقت زمین بوس ہوسکتا ہے۔

دوسری جانب صوبہ ہلمند میں طالبان کی عسکری حکمت عملی اور منصوبہ بندی ایک ایسے وقت میں کی گئی جب عراق میں عراقی قبائیلیوں نے مسلح جنگ کا آغاز کردیااوروہ امریکی غلام نورالمالکی حکومت کے زیرکنٹرول علاقوں پر قبضہ کررہے ہیں اورروزبروز پیشرفت کررہے ہیں۔

عراق کی اس صورتحال سے افغانستان میں شکست خوردہ قابض افواج اورافغان کٹھ پتلی فورسز پرنہایت منفی اثرات مرتب ہورہے ہیں اوروہ طالبان کی پیشرفت سے شدیدخوفزدہ ہیں کہ کہیں ایسانہ ہومجاہدین صوبہ ہلمند سے اپنی پیشرفت کوجاری رکھیں اور بتدریج ملک کے دیگر صوبوں تک آگے بڑھیں اورہلمند کی طرح دیگر صوبوں پر بھی وہ اپنا کنٹرول حاصل کریں۔

یہی وجہ ہے کہ قابض افواج کے کمانڈراورکٹھ پتلی فورسز کے اعلی حکام اپنی خوفزدہ افواج کو یہ کہہ کر تسلی دے رہے ہیں کہ افغانستان اور عراق کی صورتحال مختلف اوران میں بڑافرق ہے۔ان کا یہ دعوی بھی ہے کہ افغانستان میں حکومت اور عوام کے درمیان وہ نفرت نہیں جو عراق میں نورالمالکی حکومت اور عوام کے درمیان موجود ہے۔

بہرکیف افغانستان میں قابض افواج اوران کے حواریوں کے خلاف جاری جہاداور عسکری کارروائیاں اور خود حکومت اور عسکری قیادت کے درمیان سیاسی،لسانی اورعلاقائی اختلافات اوراب جعلی انتخابات کے بعدپیداہونے والا نیابحران،یہ سب کچھ مجاہدین کے بہترمفاد میں ہیں اور طالبان کی کامیابی کے لئے مددگار ثابت ہوں گے۔

خلاصہ کلام:

صوبہ ہلمند میں طالبان کی جاری کارروائیاں، اللہ تعالی کی مدداور مجاہدین کی لازوال قربانیوں کی بدولت مزید کامیابی سے ہمکنار ہوں گی، قابض افواج اوران کے اعلی حکام مجاہدین سے لڑنے کی ہمت ہار کرمایوس ہوچکے ہیں۔وہ گزشتہ تیرہ برس سے افغانستان میں طالبان کے خلاف لڑرہے ہیں لیکن اب تک انہیں نہ کوئی عسکری کامیابی ملی ہے اورنہ ہی کوئی سیاسی فائدہ حاصل ہواہے اس لئے وہ افغانستان میں مزید قیام کے حق میں نہیں۔

قابض افواج کے انخلاء کے بعدملکی فورسز میں یہ ہمت اور صلاحیت نہیں کہ وہ غیرملکی افواج کے تعاون کے بغیر طالبان کامقابلہ کریں اس لئے وہ بھی اب سے اپنی نجات اور تحفظ کی راہ تلاش کررہی ہیں۔ جہاں بھی مجاہدین ان پر حملہ کرتے ہیں تووہ مقابلہ کرنے کی بجائے سرنڈرہوتے ہیں۔صوبہ ہلمند میں لڑائی کے دوران وسیع پیمانے پران کے اہلکار مجاہدین سے آملے جوہمارے اس دعوے کاواضح ثبوت ہے۔

ادھرامارت اسلامیہ کے جذب وجلب کمیشن کی کوششوں کی بدولت بھی افغان فورسز کے اہلکاروں کی جانب سے مجاہدین سے رابطے بڑھانے اور سرنڈرہونے کاسلسلہ جاری ہے، کمیشن کی جانب سے سرنڈرہونے والے اہلکاروں کی جان ومال کامکمل تحفظ یقینی بنانااورانہیں پرامن زندگی گزارنے کاموقع فراہم کرنااس کی ایمانی اوراخلاقی ذمہ داری ہے۔ مجموعی طورپریہ فتوحات ایک بڑی خوشخبری اور نئی صبح روشن کی نوید ہے،اللہ تعالی کی مددسے وطن عزیزقابض افواج کی جارحیت سے آزادہوگااور عوام ایک بارپھراسلامی نظام کے ثمرات سے مستفید ہوں گے،ان شاءاللہ

وماذالک علی اللہ بعزیز

متعصبانہ انتخابات

خپلواک

انتخابات گذر گئے مگر موسمی بخار کی طرح اس کے جراثیم ابھی تک لوگوں میں باقی ہیں۔ زبانیں ابھی تک اسی طرح ایک دوسرے کے خلاف دراز ہیں۔ طنز و تشنیع، گالی گلوچ، تحریر و تقریر میں ایک دوسرے کی زبان اور علاقے کی تحقیر و تذلیل کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔ امریکا، برطانیہ اور ناٹو کے نمائندے ٹکٹکی باندھے ایک بڑی گیم اور چال میں اپنی کامیابی کا انتظار کر رہے ہیں۔

ایک صدی قبل ہی اسلامی ممالک کو ناقابل تلافی ضرب لگانے کے لیے انگریزوں نے یہی تقسیم کرنے کا فارمولہ استعمال کیا تھا۔ اسی فارمولے کے تحت عربوں اور ترکوں کو آپس میں لڑایا گیا۔ اور مسلمانوں کی وحدت کی علامت عثمانی خلافت کا خاتمہ کیا گیا۔ بعد ازاں عربوں کو ایک درجن چھوٹے ممالک میں تقسیم کیا گیا۔

افغانستان جس نے پہلے بھی دو مرتبہ انگریز استعمار کو شکست دی ہے۔ اور ہمیشہ انگریزی استعمار کے علاقائی مفادات کی راہ میں رکاوٹ رہا ہے آج بھی مغربی جارحیت پسندوں کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے اور اس ملک کی وحدت کے حوالے سے ان کے ارادے ٹھیک نہیں ہیں۔

اسی لیے گذشتہ ایک عشرے سے کچھ زیادہ عرصہ سے اس ملک میں لسانی اور علاقائی اختلافات کو ہوا دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ دونوں جانب سے متعصب افراد کو سپورٹ کیا جارہا ہے اور پروپیگنڈے کے لیے انہیں سہولیات اور مواقع فراہم کیے جارہے ہیں۔

انتخابات کی اصلیت اور قانونی حیثیت:

امریکی جارحیت کے پہلے روز سے ہمارے ملک میں ہر وہ شخص جس نے فکری یا عملی طور پر اس کی مخالفت کی اسے دشمن قرار دیا گیا۔ ایسے لوگوں کے خلاف ہر طرح کا رد عمل دکھایا گیا اور ایسے ہر ناجائز عمل کو جمہوریت پسندی کا عنوان دے کر قانونی جواز بخشا گیا۔ اس طرح ہر وہ شخص جو اپنے ملک کو امریکی جارحیت سے پاک دیکھنا چاہتا ہے اسے قومی دھارے سے نکال دیا گیا۔

مغربی انٹیلی جنس اور سفارتی اداروں کی کوششوں سے ایسے میڈیا کو وجود بخشا گیا جس کا ریموٹ کنٹرول پہلے روز سے مغربی اداروں کے ہاتھ میں رہا۔ جس نے اپنی نشریات کا 95 فیصد حصہ مسلمان عوام کے عقائد، روایات اور تاریخ کو مسخ کرنے کے لیے وقف کر دیا۔ جارحیت پسندوں کی وحشت، ان کے مظالم اور بے انصافیوں پر پردہ ڈالا اور جارحیت مخالف لوگوں کو غیروں کے آلہ کار اور غلام جیسے القابات و الزامات سے نوازا۔

دوسری جانب یہاں ان لوگوں کو جو امریکی جارحیت کے مخالف ہیں انہیں پہلے دن ہی سے سیاسی سرگرمیوں یا سیاست میں حصہ لینے کا حق نہیں دیا گیا۔ یہاں موجود کٹھ پتلی میڈیا کے ذریعے صرف ان لوگوں کو اٹھایا گیا جنہوں نے مغربی استعمار کی چاکری کی، بہت سے ایسے لوگ جو خارجی قوتوں کی موجودگی کے مخالف تھے اور یا دائمی طور پر دشمن کو اڈے فراہم کرنے کی مخالفت کرتے تھے انہیں امیدوار بننے کے حق ہی سے محروم کر دیا گیا۔

اس بار انتخابات کے لیے جتنے بھی امیدوار منتخب کیے گئے تھے سب نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ کامیابی کی صورت میں امریکا سے دائمی غلامی کے معاہدے {اسٹریٹجک معاہدے} پر دستخط کریں گے۔ درحقیقت یہ عہد امیدوار بننے کے لیے ایک شرط تھی۔ آخری دو منتخب امیدوار انتخابات سے قبل بار بار اس بات کا تکرار کرتے رہے کہ کامیابی کی صورت میں ان کا پہلا اقدام سیکیورٹی معاہدے پر دستخط ہوگا۔ یہ اس لیے کہ دونوں کو اپنی کامیابی عوام کے ووٹوں سے زیادہ امریکی رضامندی میں نظر آرہی تھی۔

ان تمام منتخب امیدواروں میں ایسا کوئی شخص نہیں تھا جو گذشتہ تیرہ سالوں میں کسی نہ کسی عہدے پر نہ رہا ہو۔ حالیہ دونوں مقابل امیدوار شروع دن سے اسی جارحیت کی خدمت میں مصروف رہے گذشتہ حکومت میں ایک وزیر خارجہ اور دوسرا وزیر خزانہ کے عہدے پر فائز رہا۔

جس ملک کا آئین، قانون نافذ کرنے والے ادارے اور حکمران غیروں کے ہاتھوں تراشے گئے ہوں وہاں آزادانہ اور قانونی انتخابات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ عوام کو اپنی غربت اور بدحالی کی وجہ سے تنگے کا بھی

سہارا چاہیے کہ شاید اب ان کے دن بدل جائیں۔

دوسری جانب میڈیا کے ذریعے ذات برادری اور علاقائی بنیادوں پر لوگوں کو انتخابات میں حصہ لینے پر ابھارا جارہاہے۔ تاکہ ایک دوسرے کے غلبے کے خوف سے لوگ انتخابات میں حصہ لینے پر تیار ہوجائیں۔

افغانستان جو اس وقت باقاعدہ طور پر غیروں کے قبضے میں ہے اور اس کی کوئی آزاد حیثیت نہیں تو ایک لاوارث ملک کے طور پر اس میں کوئی سلسلہ بھی آزاد اور غیر جانبدار نہیں۔ یہاں کرپشن اور لوٹ مار کی روک تھام کے لیے کوئی احتسابی ادارہ نہیں جو کسی کی پکڑ دھکڑ کرسکے۔ ہم نے دیکھ لیا کہ جعلی انتخابات کی مستند ویڈیوز انٹرنیٹ پر نشر ہوئیں۔ مگر نہ تو کسی نے کسی کو قصوروار اور ذمہ دار قرار دیا اور نہ کسی نے شرمندگی کا اظہار کیا۔

افغانستان کی اسی فیصد آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے۔ انتخابات کے دونوں مراحل میں ایک درجن سے زائد صوبوں کے دیہاتوں میں یہاں تک کہ بعض صوبائی دارالحکومتوں تک میں ووٹ نہیں ڈالے گئے مگر امیدوار اور میڈیا ادارے ابھی تک خاموش ہیں اور ان مذکورہ ایک درجن صوبوں کے ووٹوں کی گنتی بھی کی جاتی ہے۔

علاقائیت اور لسانیت کے زہریلے نعرے:

زبان اور علاقے کا نعرہ سب سے زہریلا نعرہ ہے۔ یہ حربہ افغانستان کی قومی وحدت توڑنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ تاکہ افغانستان کو عملی طور پر قبائلی اور لسانی بحران میں دھکیل دیا جائے۔

حالانکہ دونوں نمایاں امیدواروں میں سے کوئی ایک بھی کسی قبیلے یا خطے کی نمائندگی کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ بلکہ غیروں کی فرمائش غیروں کے مفادات کے لیے میدان میں اتارے گئے ہیں۔

غیروں کے فرمائشی چہرے غیروں کے مفادات کی خاطر کبھی بھی اپنے ملک اور قوم کے قومی اور بین الاقوامی مفادات کے وفادار نہیں رہ سکتے۔ افغانستان سے محبت اس ملک کو آزادی دلانا ہے مگر یہ دونوں امریکا کے دائمی وجود کے معاہدے پر دستخط کرنے کو تیار بیٹھے ہیں۔

ترہ کئی، امین اور نجیب نے سب سے زیادہ نقصان پشتونوں کو پہنچایا۔ انہیں گھروں سے بے گھر کردیا۔ پلیگون کی جیسی وحشی جیلیں ان لوگوں نے پشتونوں ہی سے بھریں۔ ڈاکٹر نجیب نے شاہی خاندان {جو پشتون ہی تھے} کی خواتین قیدیوں پر جنسی زیادتی کرنے سے بھی احتراز نہیں کیا[بحوالہ: شبہائے کابل، مصنف جنرل عمرزئی]

مگر آج بھی پرانے کمیونسٹ اور ان کے بچے بہت ڈھٹائی سے پشتونوں کے حقوق کا نعرہ لگاتے ہیں۔ دراصل یہ لوگ اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنی وطن فروشی اور افغان کشی چھپانا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر نجیب کے دور حکومت میں جب ہم بچے تھے، ہمیں یاد ہے گیلم جم ملیشیا کے خوف سے لوگوں نے دیگر علاقوں کی طرف ہجرت کرکے اپنے گھر خالی کردیے تھے۔ اس ملیشیا نے لوگوں کے گھربار لوٹے، ان کے مویشیوں کو گولیوں سے بھون ڈالا۔ اور جو لوگ گھروں میں رہ گئے تھے ان کے دودھ پیتے بچوں کو ماؤں کی گود میں شہید کرڈالا۔ ڈاکٹر نجیب اسی ملیشیا پر سب سے زیادہ اعتماد کرتا تھا اور پشتون علاقوں میں آپریشن کے لیے انہیں لوگوں کو بھیجا کرتا تھا۔ روسی جنرل الیگزنڈر نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے: کچھ روسی فوجیوں نے صوبہ ننگرہار میں کچھ لڑکیوں سے جنسی زیادتی کی، کرملین نے ان فوجیوں کی سزا کا مطالبہ کیا مگر نجیب نے ان فوجیوں کا دفاع کیا اور اسے معمول کا واقعہ قرار دیا۔

جس شخص کو پشتونوں کی عصمت کی پروانہ تھی کچھ لوگوں کے ہاں اب بھی اسی شخص کو پشتونوں کا ہمدرد سمجھا جاتا ہے۔ ایسے لوگ جس دور میں بھی آئے ہیں انہوں نے ملک کے لیے کچھ کیا اور نہ کسی خطے اور قبیلے کے لیے۔ بدقسمتی سے اس بار بہت سے ایسے لوگ جن کی داڑھیاں اسلامی دعوت اور جہاد کے نعرے لگاتے سفید ہوگئیں وہ بھی دشمن کے حربے کا شکار ہوگئے اور تعصبانہ جذبات کی بنیاد پر ان بے حیثیت ایجنٹوں کے پشت پر کھڑے ہوگئے۔

طالبان کا درست موقف

طالبان نے امریکی جارحیت کے پہلے روز سے جارحیت کے سائے تلے ہر غیر قانونی عمل کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی۔ جس میں انتخابات بھی شامل ہیں۔ البتہ جن علاقوں میں طالبان کی قوت زیادہ تھی وہاں زیادہ زور دکھاسکے اور جن علاقوں میں طالبان کا نفوذ اور اثرات کم تھے وہاں بھی اپنی بساط کی حد تک کوشش کی۔ اس حوالے سے طالبان شروع دن سے اپنے موقف پر قائم رہے۔ طالبان نے علاقائی یا لسانی تعصب کی بنیاد پر اگر کسی خاص امیدوار کی حمایت کی ہوتی اور یا اسی جذبے اور کچھ وعدوں کے بدلے اس کی مخالفت سے دستبردار ہوگئے ہوتے تو طالبان کی فکری بنیادوں اور مضبوط موقف کے لیے یہ ناقابل تلافی نقصان ہوتا۔ اور اس طرح طالبان اپنے عارضی اور فرضی مفادات کے لیے اپنا دائمی نعرہ بدل دیتے۔ اور اپنے دعوے کے برخلاف ایک غیر قانونی کارروائی کو باقاعدگی سے تسلیم کرلیتے۔

طالبان جانتے ہیں کہ ایک امیدوار اگر طالبان کے خلاف جنگ کی پالیسی رکھتا ہے تو دوسرا ابھی امن معاہدے کے نام پر ایسا معاہدہ کرنے کی کوشش کررہا ہے جو طالبان کے لیے جنگ سے زیادہ خطرناک ہے۔ جس کا مقصد طالبان کی صفوں سے افراد اور اشخاص کو الگ کرنا ہے۔

سی آئی اے نے کوشش کی کہ طالبان کو انتخابات میں شامل کرے تاکہ انہیں اپنے دیرینہ موقف سے ہٹایا جاسکے مگر الحمدللہ طالبان نے پوری دانائی سے کام لیا۔ اور اس گندگی میں اپنے ہاتھ ڈال کرناپاک نہیں کیے۔

وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم شہید

کی زندگی پر ایک نظر

عبدالرؤف حکمت

امریکا کے خلاف افغان عوام کا جہاد کوئی معمول کا واقعہ یا عام بات نہیں بلکہ یہ حق اور باطل کا ایک مثالی، بڑا اور تاریخی معرکہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ میں یہ جنگ خاص خصوصیات کا حامل ہوگا۔ اس جنگ کی کامیابی کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قیادت معاشرے کے چنے ہوئے، مخلص اور درخشندہ اشخاص کے ہاتھوں میں ہے۔ جہاد کے قائدین اور رہنما اکثر علماء کرام، دینی علوم کے طلباء، قرآن کریم کے حفاظ اور معاشرے کے دیگر متدین اشخاص ہیں۔ اس سلسلے میں کئی ایسے علم وکمال کے مالک لوگ جنہیں علمی اور قلمی خدمات انجام دینی چاہیے تھیں اسی جہادی ضرورت کی بناء پر اس بات پر مجبور ہوگئے کہ قلم اور کتاب ایک جانب رکھ کر باطل کے خلاف اس ہنگامہ خیز مسلح جنگ میں کود پڑیں۔

شیخ الحدیث مولوی عبدالحکیم خالد جو علمی حلقوں میں مولوی عبدالحکیم شاولیکوٹی کے نام سے مشہور تھے بھی ایسی ہی شخصیت کے مالک تھے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا علمی استعداد اور تصنیفی ذوق عطا فرمایا تھا مگر امریکی جارحیت کے باعث انہیں اپنی علمی اور تدریسی خدمات چھوڑ کر کفر کے خلاف مسلح جنگ میں حصہ لینا پڑا۔ انہوں نے یہ جنگ اس وقت تک جاری رکھی جب تک اس راہ میں انہوں نے شہادت کا جام نوش نہیں کیا۔ آیئے کچھ دیر اس مجاہد عالم کی زندگی اور کارناموں کی یاد تازہ کریں۔ شاید ہماری زندگی میں رہنمائی اور ہدایت کا باعث بنے۔

مولوی عبدالحکیم:

مولوی عبدالحکیم خالد محمد رحیم کے صاحبزادے اور جلال الدین کے پوتے تھے۔ پشتون قبیلے الکوزئی سے ان کا تعلق تھا۔ 1381ھ۔ق قندھار ضلع شاولیکوٹ کے گاؤں شالیزاری میں پیدا ہوئے۔

عبدالحکیم خالد ایک دیندار خاندان میں پیدا ہوئے۔ اس لیے خاندان کی جانب سے بچپن ہی میں انہیں دینی تعلیم دلائی گئی۔ ابتدائی قاعدہ اور تعلیم اپنے گاؤں میں امام مسجد اور قریبی علاقوں میں حاصل کی۔ ابھی وہ بہت چھوٹے تھے کہ سوویت یونین نے افغانستان پر جارحیت کردی۔ اور اس کے خلاف مسلح جہاد مضبوط ہونے لگا۔ اس وقت کم عمر عبدالحکیم دوسری مصروفیات چھوڑ کر جہادی فریضے کی ادائیگی کے لیے مسلح ہوکر نکلے۔

جہاد میں شمولیت سے قیادت تک:

قندھار کے رہائشی ملاعبدالوہاب عبدالحکیم شہید کے بہت پرانے جہادی ساتھی تھے ان کا کہنا ہے: قندھار کے شمالی اضلاع میں کیمونسٹوں اور سوویت جارحیت پسندوں کے خلاف جہاد کا ایک مضبوط محاذ شاولیکوٹ اور نیش کے حدود میں درہ نور کا محاذ تھا۔ اس محاذ کی بنیاد کیمونسٹوں کے خلاف جہاد کے آغاز کے بعد شاولیکوٹ کے گاؤں کجور کے رہنے والے معروف مجاہد ملاعبدالودود اخند نے رکھی۔ درہ نور کا محاذ جو بعد میں طلباء کا محاذ کہلانے لگا تھا شاولیکوٹ، نیش، خاکریز اور دیگر مضافاتی علاقوں میں ایک مضبوط محاذ تھا جس نے دشمن پر سخت حملے کیے اور قندھار ارزگان شاہراہ کو دشمن کے لیے بند رکھا۔ ملاعبدالوہاب کہتے ہیں جہاد کے پہلے سالوں میں مولوی عبدالحکیم صاحب کی عمر بیس سال سے بھی کم تھی جب وہ اس محاذ میں جہاد کی نیت سے شامل ہوگئے۔ وہ بہت کم عمر تھے مگر ان کا جہادی جذبہ، اخلاص اور ہمت بہت بلند تھی۔ اس وقت جب علاقے میں کیمونسٹوں کو شکست ہوگئی اور کسی حد تک وسعت آگئی تو قندھار کے مشہور جہادی رہنما حافظ عبدالکریم {یاد رہے یہ شیخ الحدیث صاحب نہیں کوئی اور عبدالحکیم ہیں جو اس وقت مشہور بڑے جہادی رہنما تھے} ہمارے محاذ پر آگئے اور ہم سے مطالبہ کیا کہ کارروائی کے لیے ارغنداب کی جانب اتر جائیں کیوں کہ اب اس علاقے میں کوئی ایسا ہدف باقی نہیں رہا تھا۔ بعد میں فیصلہ ہوا اور حافظ عبدالکریم اپنے مجاہدین کے ساتھ ارغنداب چلے گئے اور ہم نے خاکریز میں جنگ شروع کردی۔

یہ جہاد کے ابتدائی ایام تھے جب قندھار کے تمام اضلاع پر حکومتی سکہ رواں تھا اور کوئی ایک ضلع بھی ابھی فتح نہیں ہوا تھا۔ ضلع خاکریز کے اکثر علاقوں

میں حکومتی کارندے اور فوجی موجود تھے۔ درہ نور محاذ کے طلباء نے خاکریز پر کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔ ان کارروائیوں میں مولوی عبدالحکیم ہمارے ساتھ تھے جو اس وقت انتہائی کم عمر تھے۔ اس کارروائی کے نتیجے میں خاکریز مرکز سمیت تمام علاقے فتح ہوگئے اور کیمونسٹ تمام علاقوں سے فرار ہوگئے ۔ مجاہدین نے خاکریز مرکز میں اپنا کیمپ قائم کر دیا۔ یہاں 250 کے قریب مجاہدین موجود تھے جو مختلف علاقوں میں کارروائیوں کے لیے جاتے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب یہیں اسی کیمپ موجود تھے اور جہادی خدمات انجام دیتے رہے ۔ یہاں تک کہ شدید مشقتوں اور تکلیفوں کے باعث وہ شدید بیمار ہوگئے۔ ان کے سینے میں تکلیف پیدا ہوگئی اور وہ علاج کے لیے پاکستان چلے گئے۔

پاکستان میں انہوں نے علاج کے بعد دینی تعلیم کا دوبارہ آغاز کیا۔ بلوچستان کوئٹہ شہر میں شالدرہ اور مدرسہ نورالمدارس، اسی طرح پشاور کے مختلف مدارس میں پڑھائی کی۔ یہاں تک کہ 6 سالوں میں انہوں نے مروجہ نصاب پایہ تکمیل کو پہنچادیا۔ اور پشاور کے مدرسہ امداد العلوم میں شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب سے دینی علوم کی سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد وہ ایک بار پھر قندہار شاہ ولیکوٹ چلے گئے اور درہ نور کے جہادی محاذ پر جہادی خدمت میں مشغول ہوگئے۔ اس وقت مجاہدین یہاں رہتے مگر کارروائیوں کے لیے ارغنداب، پاشمول اور قندہار بلند شاہراہ کے دوسرے حصوں میں جاتے اور کیمونسٹوں اور سوویت فوجیوں پر حملے کرتے ۔ مولوی عبدالحکیم صاحب نے اسی طرح کے ایک جہادی سفر میں ارغنداب اور ژڑی میں 7 ماہ گزارے ۔ جب وہ واپس شاولیکوٹ لوٹے تو مجاہدین نے اس وقت ایک شرعی عدالت کی ضرورت محسوس کی۔ اس وقت قندہار کی سطح پر تمام مجاہدین کے عمومی قاضی اور عدلیہ کے سربراہ مولوی سید محمد صاحب تھے جو مولوی پاسنی کے نام سے مشہور تھے ۔ مولوی پاسنی صاحب نے ہر علاقے میں مقامی قاضیوں اور عدالتوں کا تقرر کیا تھا۔ شاہ ولیکوٹ اور مضافات کے علاقے میں عدالت کے قیام کے لیے انہوں نے مولوی عبدالحکیم صاحب کو قاضی مقرر کیا۔

اس کے بعد مولوی عبدالحکیم صاحب نہ صرف شاولیکوٹ، خاکریز اور نیش کے علاقوں میں مجاہدین کے قاضی بن گئے بلکہ اپنے جہادی محاذ میں دینی علوم کی تدریس بھی شروع کر دی۔ بعد ازاں ان کی تدریس کا سلسلہ احادیث نبوی، صحاح ستہ، قرآن کریم کی تفسیر اور ترجمہ کی تدریس تک پہنچ گیا اور وہ شیخ الحدیث کے نام سے مشہور ہوگئے۔

اروزگان ضلع ترین کوٹ میں کچھ حکومتی لوگ مجاہدین کے محاصرے میں آگئے۔ سوویت فوجی چاہتے تھے کہ ان محاصرین کو رسد فراہم کریں۔ انہوں نے ایک بڑی کانوائے بنائی اور اروزگان کی جانب روانہ ہوگئے ۔ اس کانوائے سے مجاہدین کی شدید جھڑپیں ہوئیں۔ اس جنگ میں مولوی عبدالحکیم صاحب کا جبڑا زخمی ہوگیا۔

ملا عبدالوہاب کہتے ہیں کہ مولوی عبدالحکیم صاحب جو ایک اچھے عالم اور مخلص مجاہد تھے اسی علاقے میں نہ صرف قاضی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجاہدین کے رہنما کی حیثیت سے بھی متعین کیے گئے۔ شاولیکوٹ اور آس پاس کے علاقوں میں مجاہدین ان کی اطاعت بھی کرتے تھے ۔ مولوی عبدالحکیم صاحب اس وقت یہاں مجاہدین کے رہنما رہے جب تک طالبان کی اسلامی تحریک اٹھی اور مولوی عبدالحکیم صاحب اپنے تمام مجاہدین کے ساتھ ان سے مل گئے۔

خانہ جنگیوں کے دور میں:

تنظیمی خانہ جنگیوں کے دور میں مولوی عبدالحکیم صاحب چونکہ علاقے کے قاضی اور جہادی رہنما تھے، شاولیکوٹ خوڑدری کے علاقے میں ان کا مدرسہ بھی تھا اس لیے خاکریز، نیش اور شاولیکوٹ کے اضلاع پر مشتمل اس خطے میں ان کو احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ ان علاقوں میں مجاہدین، علماء کرام اور قومی رہنماوں کی ہم آہنگی سے انہوں نے شریعت کا نفاذ کر رکھا تھا۔ انہوں نے عوام کے تعاون سے ارغنداب کے سربند سے لے کر درہ نور تک شاہراہ پر قائم جنگجو کمانڈروں کی قائم کردہ ذاتی چیک پوسٹیں ختم کیں اور ان بدقماش غنڈوں کا علاقے سے صفایا کیا۔

خاکریز کے علاقے باغگی میں خان نامی ایک کمانڈر نے چیناڑ کے رہنے والے ایک مجاہد عبدالمنان کو شہید کر دیا۔ اسی طرح اروزگان کے کچھ جنگجو کمانڈروں نے مجاہدین سے اسلحہ چھیننے کے لیے انہیں شہید کر دیا۔ ان لوگوں نے علاقے میں بھتہ وصولی کے لیے راستوں میں بیریئر لگا رکھے تھے۔ مولوی عبدالحکیم کی قیادت میں مجاہدین اور عوام نے ان پر حملہ کر دیا۔ مذکورہ کمانڈر اپنے چھ ساتھیوں سمیت ہلاک ہوگیا اور عوام کو اس عذاب سے خلاصی مل گئی۔

مولوی عبدالحکیم صاحب شریعت کے نفاذ کے معاملے میں بہت بہادری سے کام لیتے۔ کیمونسٹوں اور تنظیمی خانہ جنگی کے ادوار میں انہوں نے اپنے علاقے میں شریعت کا مکمل نفاذ کر رکھا تھا۔ اس سلسلے میں وہ لوگ جن پر شرعی حدود ثابت ہوجاتے ان پر حد جاری کیے۔ مولوی عبدالحکیم صاحب اگرچہ حرکت انقلاب اسلامی کے رکن تھے۔ مگر تمام مجاہدین انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور قضا کے معاملات میں ان سے مراجعت کرتے۔

تحریک اسلامی طالبان کی صفوں میں خدمت:

شیخ مولوی عبدالحکیم صاحب کے قریبی ساتھی اور موجودہ وقت میں ان کے جہادی ساتھیوں کے سربراہ ملا آغاجان آخوند طالبان تحریک میں ان کی شمولیت کا واقعہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

طالبان نے ڈنڈ اور سپین بولدک کے علاقے دشمن سے خالی کروادیے تھے مگر قندہار شہر پر ابھی قبضہ نہیں ہوا تھا۔ اس وقت قندہار کے ایک مشہور جنگجو سردار امیر لالی نے بولدک میں طالبان پر حملے کا ارادہ کیا۔ اس وقت شاولیکوٹ مرکز بھی امیر لالی کے قبضے میں تھا۔ اس کا اصل ٹھکانہ دہلی بند کے ساتھ کمپنی نامی جگہ تھی۔ امیر لالی اور ان کے ساتھی طالبان پر حملے کا ارادہ کررہے تھے کہ طالبان نے ان پر حملہ کرکے قندہار شہر کو فتح کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اسی لیے تحریک کے سربراہ ملا محمد عمر مجاہد نے ارغنداب کے ایک مجاہد حقانی صاحب کے ہاتھوں مولوی عبدالحکیم صاحب کو ایک خط بھیجا جس میں ان سے کہا گیا کہ آپ شاولیکوٹ میں امیر لالی پر حملہ کردیں تاکہ وہ وہیں پر مصروف ہوجائے ہم یہاں قندہار شہر پر حملہ کریں گے۔ اس خط کے پہنچنے کے بعد مولوی عبدالحکیم صاحب آئے، ملا محمد عمر مجاہد اور تحریک کے دیگر رہنماؤں سے ملے اور مشترکہ کارروائیوں کا پروگرام ترتیب دیا۔

مولوی صاحب نے ملا محمد عمر مجاہد سے مطالبہ کیا کہ ہمیں ایک گاڑی دی جائے جس میں ہم آس پاس کے علاقوں سے طلبہ کو جمع کرکے محاذ پر منتقل کرسکیں ۔ ملا عمر مجاہد نے کہا فی الحال ہمارے پاس صرف پانچ گاڑیاں ہیں جو ڈنڈ اور بولدک کے درمیان مجاہدین کے زیر استعمال ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ پرانے مجاہدین میں سے اگر کوئی آپ کا جان پہچان والا ہے تو آپ اس سے تعاون مانگیں۔ اس پر مولوی عبدالحکیم صاحب نے قندہار میں جہادی کمانڈر ملا نقیب اخوند سے تعاون کی درخواست کی ۔ ملا نقیب اخوند نے ایک ہینو ٹرک، بیس بوری آٹا اور پانچ ڈرم تیل انہیں دیدیا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب واپس خاکریز لوٹے۔ شاولیکوٹ اور خاکریز میں تمام مدارس کا دورہ کیا۔ پڑھائی روک دی اور طلبہ سے مطالبہ کیا کہ ان سے مل جائیں۔ اس طرح انہوں نے 90 طلبہ کو مسلح کرکے ساتھ ملالیا اور شاولیکوٹ مرکز میں امیر لالی کے لوگوں پر حملہ کا پروگرام بنالیا۔

ملا آغاجان کہتے ہیں اس وقت تک طالبان تحریک کے مجاہدین تختہ پل پر تھے ابھی قندہار شہر پر طالبان کا قبضہ نہیں ہوا تھا کہ درہ نور سے مولوی عبدالحکیم صاحب اپنے 90 طلبہ ساتھیوں کے ساتھ شاولیکوٹ کی جانب روانہ ہوگئے۔ دوپہر ہم نے علاقے باغکہ میں گذارا۔ آس پاس علاقے کے لوگوں سے پوچھا کہ امیر لالی کے جنگجو کس حالت میں ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ شام کو وہ ضلعی مرکز کے قریبی علاقے دامانی میں مورچے بنارہے تھے۔ ہم نے ان پر حملہ کیا۔ ہم جب یہاں پہنچے تو دیکھا کہ انہوں نے مورچے بنادیے تھے۔ مورچے کے دیواروں کی مٹی ابھی گیلی تھی۔ خربوزے اور تربوزے کاٹ کر رکھے گئے تھے مگر کھائے نہیں تھے۔ اور اسی جلدی جلدی میں وہ لوگ شاولیکوٹ مرکز کی جانب فرار ہوگئے تھے۔ صبح نماز کے بعد طالبان نے ضلعی مرکز پر حملہ کردیا۔ امیر لالی کے جنگجو بغیر لڑائی کے وہاں سے فرار ہوگئے اور دہلی بند کی جانب چلے گئے۔ اس طرح شاولیکوٹ کے ضلعی مرکز پر ہمارے طلبہ کا قبضہ ہوگیا۔ اسی رات طالبان نے قندہار شہر پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔ شیخ صاحب چند مجاہدین کے ساتھ قندہار شہر کی جانب گئے۔ قندہار چھاونی کے سربراہ کے توسط سے ان کی ملاقات تحریک کے عمومی عسکری کمانڈر حاجی ملا محمد آخوند سے ہوئی اور انہیں صورتحال سے آگاہ کردیا۔ یہیں فیصلہ کیا گیا کہ امیر لالی کے آخری مرکز دہلی بند کے علاقے کمپنی پر سہ پہر کو حملہ کیا جائے گا۔

اس علاقے میں امیر لالی نے بہت سے ٹینک، توپ اور چہل میلے جمع کررکھے تھے۔ قندہار چھاونی کا اکثر بھاری اسلحہ بھی یہیں منتقل کیا گیا تھا۔ امیر لالی کا خیال تھا کہ طالبان سے اصلی جنگ یہیں پر ہوگی۔ مولوی عبدالحکیم صاحب حاجی ملا محمد اخوند کے ہمراہ سہ پہر کو دہلی بند کے علاقے میں گئے۔ کچھ دیر لڑائی کے بعد امیر لالی کے آدمی شکست کھاگئے اور یہ کمپنی کا علاقہ جس میں درجنوں کی تعداد میں بھاری اسلحہ بھی موجود تھا طالبان کے ہاتھ آگیا۔

اسی وقت سے مولوی عبدالحکیم صاحب نے طالبان تحریک کے ایک فعال جہادی رہنما کی حیثیت سے کام کا آغاز کردیا۔ اروزگان اور ہلمند کی فتح میں انہوں نے حصہ لیا۔ ضلع موسی کلا اور ضلع سنگین کی ذمہ داری نبھائی۔ صوبہ فراہ میں بھی کچھ عرصہ ذمہ دار کی حیثیت سے رہے۔ دلا آرام اور آب خرم کی شدید لڑائیوں میں حصہ لیا۔ انہیں جنگوں میں پرانے مجاہدین ساتھی ملا آغا، ملا عبدالمناف، ملا عبدالحلیم، ملا سفر محمد اور اس طرح کے دیگر بہت سے ساتھی شہید ہوگئے۔

انہوں نے بعد ازاں پھر سے اپنے علاقے میں درس وتدریس اور علمی مشاغل کا سلسلہ شروع کردیا۔ اسی دوران انہوں نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ پر حاشیہ لکھا اور فوزالدارین کے نام سے تفسیر لکھی۔ وہ اس امریکی جارحیت تک اپنے علاقے میں تدریس میں مشغول رہے۔ امریکی جارحیت کے بعد انہوں نے ایک بار پھر جہاد کا آغاز کردیا۔

امریکیوں کے خلاف جہاد:

مولوی عبدالحکیم صاحب کے قریبی ساتھی ملا آغاجان کہتے ہیں: امریکیوں کو

آئے ہوئے ابھی چھ ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ مولوی صاحب نے جہادی کارروائیوں کی پہلی منصوبہ بندی کا آغاز کردیا۔ پہلی مرتبہ انہوں نے امریکیوں کے آنے کے بعد پہلے موسم بہار کے آتے ہی قندہار ضلع دامان کے علاقے خوشاب میں جہاں امریکیوں کا آنا جانا تھا دو مجاہدین کو اس بات پر متعین کردیا کہ یہاں امریکیوں کے راستے میں بارودی سرنگ رکھ کر انہیں اڑادیں۔ اس کے بعد شاولیکوٹ اور خاکریز میں علماء کرام اور پرانے مجاہدین کو خفیہ طور پر جہادی تحریک میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ بہت سے لوگوں نے تعاون کا وعدہ کیا۔ اس وقت گل آغا شیرزئی قندہار کے گورنر تھے۔ انہیں مولوی صاحب کی سرگرمیوں کی اطلاع ہوگئی۔ گل آغا نے قندہار میں اسی علاقے کے قبائلی اور علاقائی رہنماؤں کے لیے بڑی دعوت کا اہتمام کیا۔ کچھ نقد تحفے بھی دیے اور آخر میں گل آغا نے ان سے کہا کہ مولوی عبدالحکیم سے دور رہو اور اس کی بات نہ مانو۔ اگر کوئی ان سے تعاون کرے گا تو یہ سمجھ جائے کہ امریکیوں کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کرسکتا۔ ان کے پاس طیارے ہیں اور طیاروں سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

اس اجلاس کے بعد ایک بڑی کانوائے بھی مولوی صاحب کو تلاش کرنے شاولیکوٹ گئی مگر مولوی صاحب بلند ضلع باغران چلے گئے۔

مولوی صاحب کے جہادی ساتھی ملا محمد اسلم کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد انہوں نے ملا داداللہ شہید رحمہ اللہ سے ملاقات کی۔ انہوں نے مولوی صاحب کو جہادی وسائل اور ضروریات مہیا کیں۔ مولوی صاحب 11 ساتھیوں کے ساتھ اروزگان کے راستے خاکریز کے مضافاتی علاقے کو تل گئے جہاں انہوں نے دشمن پر حملے کے لیے گھات لگایا۔ اس حملے میں دشمن کا ایک کمانڈر اپنے چار فوجیوں سمیت ہلاک ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک بڑا اتحادی فوجی افسر گاڑی سمیت زندہ پکڑا گیا جسے بعد میں ماردیا گیا۔

بیرونی فوجی کی ہلاکت سے ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا، جس نے دشمن کو اور بھی غضب ناک کردیا۔ اس لیے 28 مارچ 2003 کو قندہار سے گل آغا شیرزئی اور اروزگان سے معلم رحمت اللہ اور جان محمد کی قیادت میں ایک بڑی فوج اسی علاقے میں بھیجی گئی۔ ان کی کارروائیوں میں مجاہدین کو کوئی نقصان نہیں پہنچا مگر گل آغا کے لوگوں نے امارت اسلامیہ کے سابق وزیر تجارت ملا عبدالرزاق فاتح کو جو اب گوشہ نشین ہوچکے تھے اور جنگ میں شریک نہ تھے انہیں گرفتار کرکے امریکیوں کے حوالے کردیا۔ امریکیوں نے انہیں گوانتانامو بھیج دیا۔

اس آپریشن کے بعد مولوی صاحب نے علاقہ خالی کردیا مگر 15 دن بعد پھر اسی علاقے میں آگئے اور دشمن پر حملے شروع کردیے۔ قندہار اروزگان شاہراہ پر کاریز نامی علاقے میں انہوں نے دشمن کی تین چیک پوسٹوں پر قبضہ کیا۔

امریکیوں کی آمد کے تیسرے برس بہار کا موسم تھا جب شیخ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ایک بار پھر نئے حوصلے سے علاقے میں جہادی حملوں کا آغاز کردیا۔ انہوں نے پہلے حملے میں ضلع میانشین فتح کرڈالا۔ اس کے بعد شاولیکوٹ کے علاقے زومتو میں جارحیت پسندوں سے شدید لڑائی کی اور دشمن کو بھاری نقصان پہنچایا۔ کوتل میں دشمن سے لڑائی کے دوران جارحیت پسندوں کا خاص معاون کمانڈر نعمت خان مجاہدین کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔ نعمت خان وہ شخص ہے جو قندہار میں امیر المومنین کے گھر میں رہنے والے مخصوص امریکی فوجیوں کا معاون تھا۔ اس سال کے دوران مضافات میں دشمن سے اور بھی کامیاب جنگیں ہوئیں۔

2004 میں شیخ صاحب نے ملا شہزادہ اخوند سے مل کر ضلع شاولیکوٹ مرکز میں آپریشن کیا جس کے نتیجے میں یہ ضلع مجاہدین کے ہاتھوں فتح ہوگیا اور بہت سا اسلحہ اور وسائل مال غنیمت میں مجاہدین کو مل گیا۔ اس واقعے کے بعد شیخ صاحب اور ملا شہزادہ اخوند نے مل کر شاولیکوٹ کے علاقے گومبٹ توپخانے میں بھی جارحیت پسندوں سے انتہائی شدید لڑائی کی جس میں دشمن کو انتہائی بھاری نقصانات پہنچے۔ اسی جنگ کے بعد ملا شہزادہ اخوند شہید ہوگئے

2005 میں شیخ صاحب اور ان کے مجاہد ساتھیوں نے پہلے شاولیکوٹ کے علاقے زومتو میں ایک چیک پوسٹ فتح کیا۔ اس کے بعد درہ نور کے علاقے میں دشمن کے رسد فراہمی کی کانوائے پر حملہ کیا۔ اور بہت سے کنٹینروں کو جلا دیا۔ ان فتوحات کے بعد شیخ صاحب ضلع میانشین چلے گئے۔ وہاں امریکیوں کی ایک بڑی فوجی کانوائے آگئی اور گاؤں مرغانو میں ان سے شدید لڑائی ہوگئی۔ اس واقعے کے کچھ روز بعد شاولیکوت میں بھی امریکیوں سے بڑی لڑائی ہوگئی اور دشمن کو شدید نقصانات پہنچے۔ اس کے بعد شیخ صاحب کی قیادت میں مجاہدین نے شاولیکوٹ اور مضافاتی علاقوں میں دشمن پر بہت سے بھاری اور کاری حملے کیے۔ ترین کوٹ کے قلب میں لاردوچ باغتو کے علاقے میں غیر ملکی کمپنی ٹائیگر کے مرکز پر حملہ، اسی طرح گومبٹ کے علاقے میں امریکیوں اور کینیڈین فوجیوں سے جنگ ہوئی۔

گومبٹ کی جنگ میں قندہار کے دیگر رہنما قاری فیض محمد سجاد، ملا عبدالشکور، مولوی باز محمد، ملا حیات اللہ معروف بہ حاجی لالا اور دیگر بہت سے مجاہدین شریک تھے۔ اس جنگ میں دشمن کو بھاری نقصانات پہنچنے کے علاوہ مجاہدین بھی زخمی ہوگئے۔ قاری فیض محمد سجاد اور مولوی عبدالحکیم خالد کو گردن میں زخم آئے۔

ٹھیک ہونے کے بعد مولوی صاحب کی قیادت میں مجاہدین نے خاکریز پر حملہ کر دیا اور دشمن کو فرار پر مجبور کر دیا۔ اس حملے میں مجاہدین نے ضلعی جیل میں قید 13 مجاہدین کو بھی رہائی دلائی۔ اس جنگ کے تین روز بعد مولوی صاحب اپنے ساتھیوں سمیت ضلع نیش کے علاقے درہ نور گئے۔ درہ نور کے علاقے میں دشمن سے آمنے سامنے لڑائی میں مولوی عبدالحکیم صاحب کو پاوں اور پیٹ کے پہلو میں شدید زخم آئے۔ وہ کچھ دیر زندہ رہے بعد میں انہیں زخموں کے باعث 20 ربیع الثانی 1427ھ کو شہادت کے اعلی مقام پر فائز ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولوی صاحب کی وصیت تھی کہ اگر میں شہید ہو جاوں تو مجھے کسی گمنام جگہ دفن کیا جائے جہاں عام لوگوں کو میری قبر کا پتہ نہ ہو۔ ان کی وصیت کے مطابق خاکریز کے کوتل علاقے میں ایک گمنام جگہ میں ان کی تدفین کی گئی۔ اب تک تدفین کرنے والے مجاہدین کے علاوہ کسی کو بھی ان کی جائے تدفین کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔

مولوی عبدالحکیم خالد صاحب نے پس ماندگان میں 4 بیٹیاں اور 3 بیٹے زبیر خالد، محمد یوسف اور جابر چھوڑے۔ ان کے بیٹے دینی تعلیم کے حصول میں مصروف ہیں۔

یادیں اور باتیں:

مولوی عبدالحکیم خالد کے جہادی ساتھی ملا محمد اسلم کہتے ہیں "مولوی صاحب کو تلاوت قرآن کریم کی عادت بہت زیادہ تھی، یہاں تک کہ سفر میں بھی قرآن کریم اور صحیح البخاری کا چھوٹا سا نسخہ ان کے پاس ہوتا۔ مجاہد ساتھیوں کو جہاد کے دوران بھی تعلیم وتربیت دیتے۔ جہاد سے لوٹنے کے بعد وہ تصنیفی کام کرتے، انہیں مختصر فرصتوں کا فائدہ اٹھا کر انہوں نے فوز الدارین کے نام سے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔

ملا نقیب اللہ اخوند کہتے ہیں: ایک بار ہم ان کے گھر گئے، مولوی صاحب بہت سی کتابیں کھولے بیٹھے تھے۔ ہم نے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ قرآن کریم کی تفسیر لکھ رہا ہوں۔ مگر میرا خیال ہے تفسیر جلالین کے پہلے مصنف کی طرح یہ آدھی رہ جائے گی۔ ملا نقیب اللہ کہتے ہیں مولوی صاحب کا خدشہ بجا تھا۔ وہ فوز الدارین کی تکمیل نہ کر سکے۔ 16 پاروں کی تفسیر انہوں نے لکھی جو شائع ہو گئی ہے مگر باقی حصہ مولوی صاحب کی شہادت کے باعث رہ گیا۔

ملا نقیب اللہ کہتے ہیں: مولوی عبدالحکیم خالد صاحب رمضان کے مہینے میں قرآن کریم کا ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے۔ بہت سے طلبہ ان کے درس میں شریک ہوتے۔ شہادت سے ایک سال قبل حج پر گئے، حج میں ایک عالم نے "مشارع الاشواق الی مصارع العشاق" کتاب انہیں تحفہ میں دی تھی۔ یہ کتاب اس سے قبل یہاں نہیں چھپی تھی۔ مولوی صاحب وہ کتاب اپنے ساتھ لے کر آئے اور یہاں سے اس کو شائع کیا۔ سیرت میں مولوی صاحب کو الرحیق المختوم بہت پسند تھی، اور کہتے تھے کہ میں اس کا پشتو ترجمہ کروں گا۔ مولوی صاحب زندگی میں دو مرتبہ حج پر گئے۔ شہادت سے ایک سال قبل جب حج پر گئے تو عرفات اور دیگر متبرک مقامات پر شہادت کی دعا مانگی تھی۔ جب واپس لوٹے تو کہتے کہ اس سال ان شاء اللہ شہید ہو جاوں گا اور پھر یہی ہوا۔

ملا نقیب اللہ جنھوں نے صحاح ستہ مولوی صاحب سے پڑھی تھیں کہتے ہیں مولوی صاحب اچھے علم کے علاوہ حلم اور وفاداری کی صفات سے بھی متصف تھے۔

ملا آغا جان کہتے ہیں: امریکیوں کی آمد سے قبل میں نے مولوی صاحب سے قرآن کریم کی تفسیر پڑھی۔ جب سورہ الانفال اور سورۃ التوبہ پر پہنچے اور جہاد کا ذکر آگیا تو مولوی صاحب بار بار کفار کے خلاف جہاد کی خواہش کرتے۔ اور حال یہ تھا کہ آنکھوں سے آنسو بہتے اور اللہ تعالی سے جہاد میں شرکت اور شہادت کی دعا مانگتے۔

وہ کہتے ہیں: مولوی صاحب باوجود اس کے کہ غریب تھے مگر استغناء ان میں کھوٹ کھوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ درہ نور میں ایک آدمی ان کے پاس آیا اور انہیں 500 روپے دیے۔ مولوی صاحب نے پوچھا یہ کس لیے ہیں۔ اس نے کہا فی سبیل اللہ دیے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کسی غریب کو دے دینا۔ اس آدمی نے کہا مولوی صاحب آپ بھی تو غریب ہیں، آپ کی جوتیاں دیکھیں اتنی پرانی ہو چکی ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا میں ظاہرا غریب ہوں مگر دل تو غنی ہے۔ پھر دو غریب طلبہ کے بارے میں انہیں بتایا کہ پیسے انہیں دے آو۔

ملا نقیب اللہ کہتے ہیں مولوی صاحب میں قومی ولسانی تعصب یا بغض کچھ بھی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی علاقے کے تمام قوموں میں ان کا یکساں احترام پایا جاتا تھا اور ان کی قیادت میں مختلف قوموں کے مجاہدین ایک جگہ رہتے تھے۔

رحمہ اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً

اپنے مفادات کا تحفظ اور قانون سازی

تحریر: قدرت اللہ

اصلاح معاشرہ کے لئے یا کسی معاشرے میں ضروریات زندگی اور انسانی حقوق کی تحفظ کے لئے بنائے گئے قوانین اس لائق ہیں کہ تمام لوگ اس قانون کا احترام کریں۔ دنیا کے تمام ممالک میں لوگ قانون کا احترام کرتے ہیں، وہاں سیاسی جماعتوں کے منتخب نمائندے پارلیمنٹ میں اپنی عوام کے بہتر مفاد کے لئے قانون سازی کرتے ہیں لیکن افغانستان میں معاملہ اس کے برعکس ہے یہاں کے لوگ قانون کا احترام کرنے سے مستثنیٰ قرار دیئے جا رہے ہیں۔

عام تاثر یہ ہے کہ افغانستان میں قانون پر کبھی بھی عمل درآمد نہیں ہوا کیونکہ یہاں قانون عوام کے مفاد کے لئے نہیں بلکہ چند اہم شخصیات کے مفادات کی تحفظ کے لئے بنایا جاتا ہے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ افغانستان میں کبھی بھی اس طرح قانون نہیں بنایا گیا جس نے عوام کے جذبات کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا ہو۔

یہی وجہ ہے کہ افغانستان میں قانون شکنی، قانون پر عمل درآمد نہ کرنا، قانون سے راہ فرار اختیار کرنا اور قانون کا احترام نہ کرنا معمولی بات ہے۔ اس پر یہاں کے لوگ حیرت زدہ بھی نہیں ہوتے وہ یہاں کے حالات سے خوب واقف ہیں۔ حال ہی میں پارلیمنٹ میں انتخابات سے متعلق قانون میں ترمیم پر پیشرفت نہ ہونے کا سبب بھی قانون کا عدم احترام ہے۔ افغانستان میں قانون سازی نہ کرنا اور قوانین میں ترامیم نہ کرنا معاشرے کی حق تلفی اور دیگر معاشروں کے طرز عمل سے خلاف ورزی ہے، ہمارے ملک میں قانون سازی میں قومی مفادات کی تحفظ اور اصلاح معاشرے پر توجہ نہیں دی جاتی اور نہ ہی اصلاح معاشرے کی غرض سے قانون میں ترمیم کی جاتی ہے، بلکہ کوشش یہ ہوتی ہے کہ چند بااثر افراد کے مفادات کی تحفظ کے لئے قانون سازی کی جائے، یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں لوگ قانون پر عمل درآمد نہیں کرتے، اور جب قانون پر عمل درآمد نہیں ہوتا تو کوئی اس کو برا نہیں مانے گا۔

حال ہی میں ارکان پارلیمنٹ نے انتخابات سے متعلق قانون میں ترامیم لانے کی تجاویز دیں، ایک تجویز یہ تھی کہ انتخابات میں نامزد ہونے کے لئے کم از کم پارلیمنٹ کا ایک بار سابقہ تجربہ رکھنا لازمی قرار دیا جائے، یہ تجربہ بی اے کی ڈگری کے برابر تصور کیا جائے گا، پارلیمنٹ کا رکن کو سنجیدہ، سمجھدار، عوامی مسائل سے باخبر، اقتصادی اور معاشرتی زندگی سے متعلق تمام امور سے آگاہ ہونا چاہیے جبکہ ایک طالب علم بی اے تک تعلیم حاصل کر کے انسانی علوم کے حوالے سے مہارت پیدا کرتا ہے ان دونوں میں بڑا واضح فرق ہے۔ جو ارکان انتخابات سے متعلق قانون میں اس حوالے سے ترمیم کے خواہاں ہیں وہ اس ترمیم کو اپنے بہتر مفاد کے لئے استعمال کریں گے کیونکہ جو ارکان موجودہ پارلیمنٹ کے ارکان ہیں ان کے پاس بی اے کی ڈگری نہیں ہے، اگر بی اے کی سند امیدواروں کے لئے شرط رکھی جائے تو یہ موجودہ نمائندے اس شرط پر پورا نہ اترنے کی وجہ سے پارلیمنٹ سے محروم رہ جائیں گے اس لئے انہوں نے بی اے کی تعلیم کی شرط پر پورا نہ اترنے والے امیدواروں کو ایک بار پارلیمنٹ کا سابقہ تجربہ رکھنے سے اس مسئلہ کا حل تلاش کر لیا۔ موجودہ ارکان پارلیمنٹ آئین میں اس ترمیم کی منظوری کے بعد وہ آئندہ پھر پارلیمنٹ کے لئے نامزد ہو سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان کی ایک بڑی تعداد اکثر و بیشتر اجلاسوں میں شرکت نہیں کرتی، اکثر ارکان رخصت پر ہوتے ہیں، ذاتی کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے وہ بہت کم اجلاسوں میں شرکت کرتے ہیں، قانون سازی سے متعلق ان کی کوئی دلچسپی نہیں، حکومتی معاملات سے لاتعلق رہتے ہیں، وہ حکومت کی کارکردگی پر بھی نظر نہیں رکھتے، ان حالات میں وہ قوم اور ملک کے مفاد میں قانون سازی نہیں کرتے بلکہ وہ لامحال چند اشخاص کے مفادات کی تحفظ کے لئے قانون میں ترمیم لائیں گے۔ مراعات اور مفادات کی اس جنگ کو دیکھ کر ہمیں اندیشہ ہے کہ ان ارکان کے مفادات کا تحفظ ایک دن ضرور ملک کو دانستہ طور تباہی، انتشار، خانہ جنگی اور بدامنی کی آگ میں دھکیل دے گا، ان ارکان میں بہت کم ایسے ملتے ہیں جو ملک و قوم سے مخلص اور وفادار ہیں، ان کی اکثریت اپنے مفادات کی خاطر امریکی جارحیت کی حمایت کرتی ہے جو بلاشبہ ملک و قوم کے لئے باعث نقصان ہے۔

حالیہ مصری انتخابات اور مغرب کے ارادے

حسن مومند

فوجی طاقت کے بل بوتے پر مصر میں صدارتی انتخابات کے نام سے رچائے گئے ڈرامے میں فوجی سربراہ السیسی نے اپنی کامیابی کا اعلان کیا اور مصر کے منتخب صدر ہونے کا دعوی کیا۔ اسرائیلی صدر اور وزیر اعظم سمیت دنیا کے دیگر کئی ممالک کے سربراہان نے انہیں مبارکباد کا پیغام بھیجا کچھ مسلم ممالک کے سربراہان نے تو اس دن کو مصر کا تاریخی دن قرار دیا۔
عوام کی جانب سے انتخابات میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ پہلے روز جب ووٹ کاسٹ کرنے کوئی باہر نہیں آیا تو دوسرے روز بھی انتخابات جاری رہے ۔ دوسرے روز بھی کوئی نہ آیا تو تیسرے روز ووٹ ڈالنے کا موقع دیا گیا۔ مگر پھر بھی مجموعی طور پر استعمال کیے گئے ووٹوں کی تعداد 12 فیصد رہی۔ یعنی مصر کے 88 فیصد عوام نے نام نہاد انتخابات کا بائیکاٹ کیا پھر بھی دنیا نے ان انتخابات کو قانونی اور جمہوری مانا اور فوجی حکومت کے سائے میں ہزاروں مصریوں کے قاتل فوجی ڈکٹیٹر السیسی کو جو در حقیقت واحد صدارتی امیدوار تھا اسے قانونی طور پر کامیاب قرار دے دیا گیا۔
سوال یہ ہے کہ تمام عالمی قوانین کے خلاف انسانیت کے اس بڑے دشمن السیسی کے ان غیر قانونی حرکتوں اور مظالم پر دنیا خصوصا امریکا اور تمام مغرب نے کیوں آنکھیں بند کر رکھی ہیں؟ کیوں اسے قانونی صدر مانا جاتا ہے ۔ انسانیت سے اتنی بڑی دشمنی کیوں کی جاتی ہے۔ اس سوال کا جواب صرف اس وقت مل سکتا ہے جب ہم اسلامی دنیا کے متعلق پورے مغرب اور خصوصا امریکا کے ارادوں سے واقفیت حاصل کر لیں۔
مغرب جس کی اکثریت تحریف شدہ مسیحیت پر مشتمل ہے اور مسلمانوں سے ان کی دشمنی اس وقت سے شروع ہے جب سے اسلام کا پیغام دنیا کے اکثر حصوں اور مسلمانوں کی فتوحات عیسائی دنیا تک پہنچ گئیں ۔ اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی دشمنی کو چھپانے میں مغرب ہمیشہ ناکام رہا۔ اس کی اسلام دشمنی ضرور کہیں نہ کہیں ظاہر ہو جاتی ہے۔ کبھی وحشیانہ مظالم بھرے جنگوں کی صورت میں اور کبھی نفاق بھری سازشوں کے ذریعے۔ یہ تسلسل آغاز سے اب تک جاری ہے۔ مگر اب 21 صدی کے آغاز میں جب امریکا کی قیادت میں تمام مغربی قوتیں اسلام اور مسلمانوں کے خاتمے کے لیے ایک جگہ جمع ہو گئیں چونکہ یہ ان کی مادیات، جنگی اسلحوں اور وسائل کے عروج کا زمانہ تھا تو اس امید کے ساتھ افغانستان پر حملہ کیا کہ یہ آغاز ہے۔ اس کے بعد مسلسل بہت جلد مسلم ممالک پر قبضہ کیا جائے گا۔ اپنے منصوبے کے مطابق افغانستان کے بعد عراق پر بھی حملہ کیا گیا۔ مگر ان دونوں ممالک میں یہ بری طرح پھنس گیا۔ شرمناک شکست سے دوچار ہو گیا۔ اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں ۔ اور انہیں یقین ہو گیا کہ میدان جنگ میں مجاہدین کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ساری توجہ اسلامی دنیا کو کمزور کرنے پر مرکوز کر دی۔ اور مسلمانوں کو ہمہ پہلو نقصان پہنچانے کے تمام مذموم منصوبوں پر کام شروع کر دیا۔ جن ممالک میں مسلمانوں کی اقلیت ہے وہاں غیر مسلم اکثریت کو ابھارنے کی کوششیں کیں تاکہ مسلمانوں کا قتل عام کیا جائے۔ جس طرح برما میں اور اس کے بعد وسطی افریقا میں بھی ہوا۔ جن ممالک میں شیعہ سنی یا مسلمان اور عیسائیوں کی تعداد برابر ہے ان ممالک کو توڑنے کی انتہائی کوششیں کی جارہی ہیں۔ جس طرح سوڈان کے جنوبی حصے کے عیسائی جنہیں مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کے لیے ابھارا گیا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان طویل جنگیں شروع کی گئیں جن میں دونوں جانب بہت سے انسان مارے گئے ۔ مغرب نے ان سب کی ذمہ داری مرکزی حکومت پر ڈال دی اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے یہ پروپیگنڈا کیا کہ عیسائیوں کے قتل میں مرکزی حکومت ملوث ہے۔ اسی بہانے اقوام متحدہ نے مداخلت کی ۔ صدر عمر البشیر کو جنوبی سوڈان میں ریفرنڈم پر مجبور کر دیا۔ ریفرنڈم کے بعد

نتیجہ مغرب کی خواہش کے عین مطابق آیا، کہا گیا کہ جنوبی سوڈان کی اکثریت الگ ملک بنانا چاہتے ہیں۔ نتائج کے اعلان کے بعد فوری طور پر ساری دنیا نے جنوبی سوڈان کو الگ ملک کی حیثیت سے جانا اس لئے کہ اقوام متحدہ نے باقاعدہ طور پر اسے الگ ملک کی حیثیت سے متعارف کرایا۔

مغرب اب نائیجیریا میں بھی سوڈان والا طریقہ کار دہرانا چاہتا ہے۔ نائیجیریا رقبے کے لحاظ سے افریقہ کا دوسرا اور آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا ملک ہے۔ یہاں مسلمانوں کی آبادی 55 فیصد اور عیسائی 45 فیصد ہیں۔ ملک کا صدر مسلمان ہونا چاہیے تھا مگر کئی داخلی مسائل اور بیرونی دباؤ کے باعث اس مسلمان ملک کا سربراہ مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہے۔ اسی عیسائی صدر کی قیادت میں نائیجیریا حکومت نے پہلے مسلمانوں کی تنظیم "بوکو حرام" کو ایک دہشت گرد تنظیم قرار دیا پھر اس سے تعلق کے بہانے مسلمانوں کے مدارس اور سکولوں کو گرا کر تباہ کر دیا۔ اور مختلف اوقات میں فوج اور پولیس کی جانب سے اس تنظیم سے تعلق کے بہانے ہزاروں مسلمانوں کو شہید یا جیلوں میں ڈالا جاتا ہے۔

حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف ان مظالم اور ان مظالم کے مقابلے میں مسلمانوں کے رد عمل کے ذریعے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان منافرت اور دشمنی کی آگ بھڑکانی شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں عیسائی آہستہ آہستہ جنوبی اور مسلمان شمالی نائیجیریا کی جانب سمٹنے لگے۔ جب تمام مسیحی جنوبی نائیجیریا میں جمع ہو جائیں گے اور مستقل ملک کا مطالبہ کریں گے تو سوڈان کی طرح یہاں بھی ایک مستقل ملک کے تمام مراحل طے کر دیے جائیں گے اور ایک ایسی مسیحی حکومت سامنے آجائے گی جس کی پشت پر ساری مغربی دنیا کھڑی ہو گی جو شمالی نائیجیریا کی مسلمان حکومت سے بدرجہا طاقتور ہو گی۔

اسی طرح شیعہ اور سنی علاقوں میں تقسیم کرنے کے لیے عراق اور شام کی تقسیم کے لیے بھی امریکا کی قیادت میں مغرب کا شیطانی اتحاد اپنے سارے وسائل بروئے کار لا رہا ہے۔ اور ہمارے مملکت عزیز افغانستان میں بھی علاقائی اور لسانی تعصب کے زہریلے بیج بوئے جا رہے ہیں۔ تاکہ یہاں سے نکلتے وقت تقسیم کرنے کے لیے اور شمالی علاقوں کو الگ ملک کی حیثیت دینے کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔

جن اسلامی ممالک کی یہ حیثیت نہ ہو یعنی انہیں شیعہ سنی یا مسلمان اور عیسائی کی بنیاد پر تقسیم کرنا ناممکن ہو تو ان میں سیکولر لوگوں کو اقتدار دلانے کے بعد اسلام پسندوں پر اس قدر ظلم ڈھایا جاتا ہے کہ ملک خود بخود دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ لبرل اور سیکولر طبقہ جسے عالمی دنیا روشن خیال کہتی ہے اور اسلام پسند جسے عالمی دنیا بنیاد پرست، شدت پسند وغیرہ کے نام سے پکارتی ہے۔ مغرب سیکولر طبقے کا مادی تعاون کرتا ہے اور اس کے بدلے سیاسی حمایت چاہتا ہے۔ اور انتہائی ہٹ دھرمی سے سیکولر طبقے کو اقتدار دلاتا ہے جس سے ایک کٹھ پتلی انتظامیہ وجود میں آتی ہے اور مغرب ممالک کے مفادات بھی پورے ہونے لگتے ہیں۔ اس طرح ملک کے اندر اسلام پسندوں اور سیکولر طبقات کے درمیان جنگ بھی چھڑ جاتی ہے اور اسلام پسند جو حکومت میں نہ ہونے کی وجہ سے کمزور ہوتے ہیں ان کا بہت زیادہ خون بہہ جاتا ہے۔ مصر کے موجودہ حالات میں مصر اسی صورتحال سے دوچار ہے۔

عوامی انقلاب کے نتیجے میں ڈکٹیٹر حسنی مبارک کی حکومت کے خاتمے کے بعد اسلام پسند ڈاکٹر محمد المرسی مغرب کے جمہوری اصولوں کے مطابق مصری مسلمانوں کی بھاری اکثریت سے صدر منتخب کیے گئے۔ انہوں نے انتخابات میں حسنی مبارک کے دور حکومت کے وزیر احمد شفیق، وزیر خارجہ عمر موسی، عالمی ایٹمی انرجی کے سابق سربراہ محمد البرادعی اور احمد صباحی کو شکست دی۔ مغرب کا خیال تھا کہ ان کے امداد کے بغیر اسلام پسند طبقہ چند ماہ کے لیے بھی مصری حکومت نہیں چلا سکے گا۔

مغرب کا خیال تھا کہ مرسی کے اقتدار تک پہنچنے کے 3 یا 4 ماہ بعد مصر میں بڑا اقتصادی بحران پیدا ہو جائے گا۔ جس کے نتیجے میں عوام مرسی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ مرسی حکومت گرادی جائے گی اور عبوری انتظامیہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک کی چھتری تلے ہونے والے انتخابات میں مرسی کے ناکام افراد کے مقابلے میں ایسے شخص کو اقتدار دلایا جائے گا جو حسنی مبارک سے بھی زیادہ مغرب کو پسند ہو۔ مغربی کی امیدوں کے برخلاف محمد المرسی کی حکومت جلد ناکام بھی نہ ہوئی بلکہ ایک سال کے دوران اس ملک کے اندر کئی مثبت تبدیلیوں اور مصر کو اسلامی دنیا کے قریب کرنے کے نتیجے میں یہ حکومت عوام کو اور بھی زیادہ پسند آگئی۔ اس لیے امریکا کے حکم پر سیکولر مصری فوج کے سربراہ جنرل السیسی نے مرسی حکومت کے خلاف فوجی بغاوت کی اور مرسی کی حکومت گرادی۔ قانونی صدر محمد المرسی کو نامعلوم مقام پر قید کر دیا گیا۔ فوج کے اس غیر قانونی اور وحشیانہ عمل کے خلاف

نفرت کے اظہار اور محمد المرسی کو دوبارہ حکومت دلانے کے لیے نکلنے والے مسلمانوں پر فوج اور دیگر سیکیورٹی اداروں کے اہلکاروں نے فضائی اور زمینی حملہ کر دیا۔ اس حملے میں خواتین اور بچوں سمیت 4500 تک مسلمان شہید اور 10 ہزار کے قریب زخمی ہو گئے۔ ہزاروں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا گیا۔ مگر "انسانیت دوست" مغرب، اقوام متحدہ یا دیگر انسانی حقوق کے اداروں نے اس پر آنکھیں بند رکھیں۔ نہ مسلمانوں کے قتل عام کو گناہ سمجھا اور نہ جمہوری نظام کے خاتمے کو جرم اور نہ ہی قانونی صدر کو گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کو کوئی جرم قرار دیا گیا۔ کیوں کہ یہ سب کچھ انہیں کے حکم اور انہیں کی مرضی سے ہو رہا تھا۔ تو السیسی اگر اس سے دس گنا بڑے مظالم اور غیر قانونی اقدامات اٹھاتا پھر بھی وہ بے گناہ ہی رہتا۔ اس کے خلاف کسی قسم کا اقدام اٹھانے کی ضرورت نہ پڑتی۔ اور اگر کوئی مسلمان جنرل مسیحی یا سیکولر صدر یا غیر مسلم عوام کے خلاف اس طرح کا کوئی اقدام کرتا تو امریکا، مغربی ممالک اور اقوام متحدہ کا رد عمل کیا ہوتا؟ یہ سب جانتے ہیں۔

مغربی کفریہ ممالک تو ظاہر ہے السیسی کے ان مظالم پر خوش تھے مگر مصری انقلاب کے اثرات پھیلنے سے بچانے کے لیے کچھ عرب ممالک نے بھی نہ صرف ان سارے اقدامات پر خوشی ظاہر کی بلکہ مرسی کے خلاف السیسی کی بغاوت کو سراہنے میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کی۔ مصر کے مسلمانوں کو حکومت سے دور رکھنے کے لیے کچھ عرب ممالک نے السیسی اور مرسی کے مقابلے میں شکست خوردہ البرادعی، احمد شفیق اور عمر موسی کو 5 کروڑ ڈالر بھی دیے۔ الجزیرہ ٹی وی جس نے اس معاملے کا انکشاف کیا تھا، مذکورہ افراد میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔

یہ پانچ کروڑ ڈالر اس کے علاوہ تھے جو امریکا اور اسرائیل کی جانب سے السیسی اور دیگر ایجنٹوں کو دیے گئے۔ امریکا اور اسرائیل کی جانب سے جو پیسے انہیں دیے گئے تھے وہ تو اس سے کہیں زیادہ تھے۔ کیوں کہ السیسی نے امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ کو دیے گئے انٹرویو میں اس بات کا واضح اعتراف کیا تھا کہ ڈاکٹر مرسی کے خلاف ہونے والے اقدامات کا اصل محرک امریکا اور اسرائیل تھے۔ انہیں دونوں ممالک کے اعتماد پر ہم نے اسرائیل کے مفادات کی تحفظ کے لیے مرسی کے خلاف اقدام کیا۔

واقعتاً السیسی صرف اور صرف اسرائیل کے مفادات اور مقاصد کی تحفظ کے لیے لایا گیا ہے۔ اسرائیل بھی اب اس معاملے کا انکار نہیں کرتا۔

السیسی کی بغاوت کے بعد اسرائیلی ٹی وی نے ایک مرتبہ اپنے پروگرام "یومان" جس کا میزبان ایالا حسون ہے۔ اس نے عربی دنیا کے امور کے ماہر برغرانوت اور عسکری امور کے ماہر بارشادوم ول کو بلایا۔ پروگرام کے آغاز میں ایالا حسون نے ان دونوں سے پوچھا "آپ جانتے ہیں کہ حسنی مبارک حکومت کے دور میں مصری فوج کو ہماری حکومت کی جانب خفیہ تعاون ملتا تھا اور یہ رابطہ مصری انٹیلی جنس سربراہ عمر ادیب کے توسط سے ہوتا تھا مگر اب السیسی سے تعاون کھلم کھلا ہوتا ہے۔ ہماری اور مصر کی اتنی قربت کی وجہ کیا ہے؟ بارشادوم ول نے مختصر الفاظ میں جواب دیا "کسی بھی اسرائیلی فوجی سے پوچھیں وہ یہی جواب دے گا کہ السیسی کے تعاون کی مثال نہیں ملتی وہ ہمارے اصل ہیرو ہیں"۔

السیسی جو ملیکہ تیتانی نامی مراکشی یہودی خاتون کا بیٹا ہے۔ اس کا ماموں عوری صباغ اسرائیل میں وزیر تعلیم رہا ہے کی محمد مرسی کے خلاف بغاوت، مظلوم مسلمانوں کا قتل عام، اخوان المسلمین کے سربراہ سمیت 483 افراد پر جعلی مقدمے اور انہیں سزائے موت دینے کا اعلان اور دیگر تمام وحشتیں یہ سب کچھ السیسی کے اعتراف کے مطابق امریکا اور اسرائیل کے بھروسے اور ان کے مفادات کے تحفظ کی خاطر ہوا۔ اسرائیلی اسے اپنا ہیرو کہتے ہیں اور کامیابی پر اسرائیلی وزیر اعظم اسے مبارکباد دیتا ہے۔ اگر حالیہ مصری انتخابات سو فیصد دھاندلی ہو اور وہ جمہوری اصولوں کے خلاف ہو پھر بھی دنیا اسے شفاف قرار دیتی ہے۔ السیسی قانونی صدر ہی رہے گا اور ساری دنیا اس کے پشت اس کی حامی ہوگی۔ اور اس وقت تک یہ شخص مصر پر مسلط رہے گا جب تک 2011 کی طرح بڑی اور پائیدار عوامی تحریک اس کے خلاف شروع نہ ہو جائے۔ السیسی کے مظالم چونکہ اب اپنے عروج کو پہنچ چکے ہیں اور مصری عوام کے سامنے اس کا اصل چہرہ واضح ہو گیا ہے اس لیے امید ہے کہ بہت جلد اس کے خلاف عوام اٹھ کھڑے ہوں گے اور مصری عوام اس ڈکٹیٹر سے بھی ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لیں گے۔ ان شاء اللہ

◆◆◆◆

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نعیم خان عمری

آج افغان سرزمین کا ہر محبِ وطن باشندہ حیران و پریشان ہے۔ وہ اس الجھی گتھی کو سلجھانے میں سرگرداں ہے، جب اس مملکت کی اکثریت امریکی مفادات کے محافظوں کو پسند نہیں کرتی، ان کا کرسی اقتدار پر بیٹھنا اور ان کی شکل تک دیکھنا گوارا نہیں کرتی تو یہ کون لوگ ہوتے ہیں جو پائیدار سائبان سے محروم ہمارے ننگے سروں پر اپنی سطوت کا کوڑا برساتے ہیں۔ یہ بے حس حکومتی ٹولہ ایوان صدر اور عوامی بیٹھک سے باہر کیوں نہیں نکل آتا۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہم ان کے "رحم و کرم" سے تنگ آچکے ہیں؟ ان کی "مہربانیوں، نوازشوں اور غریب نوازیوں" نے افغان قوم کا جینا دوبھر کر رکھا ہے۔ وہ کیوں اس بات سے بے خبر ہو کر مکروہ ہنسی ہنس کر اپنے دانتوں کی نمائش کرتے ہیں اور مگرمچھ کے ٹسوے بہا کر اپنے دوغلے غم کا اظہار کرتے ہیں۔ جب کہ ہمارے دکھوں کا مداوا ان کے قہقہوں اور آنسوؤں میں نہیں ہے؟ ان کی عنایتوں کے سبب ہمارے زخم زخم سینے اور پارہ پارہ دل کا علاج، عوامی حمایت میں لگائے جانے والے کھوکھلے نعروں میں ہرگز نہیں ہے۔ وہ اس روشن حقیقت سے منہ کیوں موڑ رہے ہیں کہ یہ مظلوم قوم ان کو اپنے اس ملک کا سربراہ بالکل بھی تسلیم نہیں کرتی ہے؟

حیرت کی بات ہے، دیمک زدہ فرسودہ سیاست کی کوکھ سے جنم لینے والی موجودہ بے تاثیر جمہوریت کے پروردہ جن مفاداتی حاکموں نے گلی گلی، کوچہ کوچہ روٹی، امن اور جارحیت سے پاک افغانستان کے منشور کا ڈھنڈورا پیٹا تھا، آج وہی اس بدقسمت قوم کے منہ سے رزق کے نوالے چھین رہے ہیں۔ آج وہی اس ملک کے امن کو تباہ کیے ہوئے ہیں۔ آج وہی امریکی جارحیت کو طول دینے کے لیے ناجائز معاہدات کے بکھیڑے پالے ہوئے ہیں۔ ان کی "یہ کرم نوازیاں" صرف عام لوگوں تک ہی منحصر نہیں ہیں، بلکہ حکومتی ملازم بھی اس سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔ اسی لیے تو جہاں ایک غریب اور عام آدمی اس ظالم نظام سے تنگ آکر خود کو طالبان صفوں میں شامل کر لیتا ہے، وہیں آئے روز ظالمانہ نظام کا حصہ رہنے والے حکومتی تنخواہ دار بھی اس "کارِ خیر" میں اپنا حصہ ڈالتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے 268 سیکورٹی اہلکاروں نے ملک کے مختلف حصوں میں امارت اسلامیہ کے "دعوت وارشاد کمیشن" کے کارکنوں کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ تفصیلات کے مطابق ماہِ جنوری میں کابل انتظامیہ کے 268 فوجی و پولیس اہل کار اور مقامی جنگ جو حقائق کا ادراک کرتے ہوئے مجاہدین سے آن ملے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق صوبہ فاریاب میں 15، سرپل میں 64، روزگان میں 15، بدخشان میں 1، ہلمند میں 4، قندہار و پکتیکا میں 10، قندوز میں 5، لوگر میں 3، زابل میں 4، کنڑ میں 81، غزنی میں 11، بادغیس میں 1، فراہ میں 2، اور ہرات میں 1 فوجی اہلکاروں نے سرنڈر ہو کر تا مرگ طالبان کا ہم دم و ہم قدم ہونے کا عزم کر لیا ہے۔ تسلیم ہونے والے فوجیوں نے 50 عدد کلاشنکوفیں، 1 عدد مارٹر توپ، 3 عدد پستول، 1 عدد سیٹلائٹ فون، 1 عدد ہیوی مشین گن، 2 عدد وائرلیس سیٹ، 3 عدد فولڈر اور رینجر گاڑیاں بھی مجاہدین کے حوالے کر دی ہیں۔

ان نام نہاد حکمرانوں کی فیاضیاں صرف روزی، روٹی، امن و امان اور جمہوریت کے استحکام تک ہی محدود نہیں کہ جس کے نہ ملنے پر قوم کی تعداد بھی دن بہ دن محدود ہوتی جا رہی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو ہمیں خود بھی اور عالمی امن کے ٹھیکے دار سے بھی پٹوایا ہے۔ ہم کو سب کچھ امریکا سے ہونے کا یقین دلا کر خود خواہش اور نفس کی پوجا کے لیے واشنگٹن کو قبلہ بنا کر وہیں اپنی پیشانیاں رگڑیں اور ہمیں بھی اس زمینی خدا کے سامنے جھکنے کی دعوتِ مسلسل دے رہے ہیں۔

یہ انہی اقتدار پرستوں کی حرکت تھی، جس کی نحوست سے قندھار میں سانحۂ پنجوائی پیش آیا تھا اور وطن کی گرتی دیوار کو دھکا لگا۔ جس میں امریکی فوج نے 16 بے گناہ افغان بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو شہید کیا اور ان کی لاشوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے آگ لگا دی تھی۔ غلاموں نے آزاد قوم کو یہ سبق دیا کہ عزت و ذلت دینے والا امریکا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ وہی ہے، جو اپنے جس محبوب اور اس کے احکامات کی تعمیل و تکمیل کرنے والے بندے کو چاہے صدارت کی کرسی پر بٹھا دے۔ اور جس کو چاہے اندھیری کوٹھریوں میں لٹا دے۔ انہوں نے عزت و ناموس اور قومی وقار کو ایک بے حیثیت عیسائی شخص اوباما کی دین سمجھا۔ اس کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر قومی عزت و نفس کی دھجیاں فضا میں اڑا دیں۔ کون سا ایسا سانحہ ہے، جو ان کے بے ہودہ کرتوتوں کی وجہ سے وقوع پذیر نہیں ہوا ہے؟ کس کو یقین ہے جناب

کرزئی موجودہ زیر بحث دائمی اڈوں والے معاہدے پر دستخط نہیں فرمائیں گے؟!ذلت و بے امنی کی دلدل کے کنارے لگی ہماری عزت و سلامتی کو بچانے کے لیے خدا نے ایک ان مول موقع قطر سیاسی دفتر کے قیام کی صورت میں دیا تھا، لیکن شیطانی خواہشات کی قید میں تڑپتے اس کرزئی نے بڑے ہی بے ہودہ طریقے سے آزادیِ افغانستان کی پرواز کرنے والی فاختہ کے پَر کاٹ دیے اور موہوم سی عزت کو بھی نیلام کر دیا۔ اسامہ بن لادن کی شہادت کے بعد امریکا بہادر کو ٹکا سا جواب دے کر اپنی خود مختاری کو بچانے کے لیے اس نام نہاد جنگ سے اپنا دامن چھڑوانے کا موقع بھی گنوا دیا۔ سیکورٹی اداروں کو دہشت گردوں کے تحفظ کے لیے استعمال کر کے ان کو غداری کے کام میں لگا کر قوم کو ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرانے کی جسارت کی ہے۔ وائے زمانے! تو نے ہمیں یہ دن بھی دکھانے تھے!!!

ان حکمرانوں سے جس قدر اور جس طریقے سے بھی ممکن ہو سکا، اس قوم پر ظلم کی بھرپور بارشیں برسائی ہیں۔ ستم کے پہاڑ توڑے ہیں اور جبر کی لو چلائی ہے۔ میں حیران ہوں کہ جن لوگوں نے اپنے ملک کی بنیادوں کو اکھیڑنے کے لیے نوع بہ نوع دل گداز سانحات کی تیز کاٹ والی کُدال تیار کر رکھی ہے، ان پر زوال کے جھکڑ کیوں نہیں چل رہے؟ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات پر سو فیصد یقین ہے۔ "ریاست ظلم کے ساتھ قائم نہیں رہ سکتی۔" لیکن یہ ملک، جہاں آئے روز ظلم کے بگولے اڑتے ہیں، قہر کی بجلیاں چمکتی ہیں، وہ کیوں اب تک قائم ہے۔ "وہ کونسی چیز ہے، جس نے اب تک اس ملک کے لیے بیساکھیوں کا کام دیا ہے؟ حالاں کہ قوم کے بیٹوں کو امریکی ہوس کی تسکین کے لیے امریکا کی گود میں دے کر ظلم کی آگ جلائی گئی۔ پھر اپنے ہی ہم وطنوں پر گولہ و بارود برسا کر ستم کی جلتی آگ پر تیل ڈال دیا گیا۔ شہید طالبان کی لاشوں پر پیشاب کیا اور ملک کی حفاظت کے لیے مر مٹنے کی قسمیں کھانے اور کچھ کر دکھانے والوں کو استحکامِ اقتدارِ فانی کے لیے ہوس پرستی کے ترازو میں ڈال کر تولا۔ بے حسی کو وقت کی آواز بنایا۔ مار دھاڑ اور طاقت کے استعمال کو ہر مسئلے کا حل جانا۔ فضا میں بلند ہوتے آتش ستم کے شعلوں کی تپش کو ہر سمت پھیلانے کے لیے نمرودی چمچکی کی طرح پھونکیں مار کر قوم پرستی کی ہوائیں چلائیں۔ جس سے بے اطمینانی اور عدم تحفظ کی حرارت اور لُو ہر سو پھیل گئی۔

واللہ! ان کے ظلم کی وجہ سے لوگوں کی دنیا تو خراب ہوئی ہی، اب آخرت بھی برباد ہونے جا رہی ہے۔ کیا لوگ دین بے زار نہیں ہو رہے؟ اپنا اسلام، عیسائیت کے بدلے ضائع نہیں کر رہے؟ کیا یہ شریعتِ محمدیہ کے خلاف نظریات اپنا کر خود کو ہلاکت کے گہرے گڑھوں میں نہیں پھینک رہے؟ اتنے پے در پے واقع ہونے والے مظالم اور حالات میں عدمِ تغیر کی واحد وجہ حکمرانوں کا عدمِ شعور ہے۔ اربکیوں کا بے حس ہو جانا ہے۔ فوج کا خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا ہے۔ امریکی غلاموں کا نامعلوم خوف کا شکار ہونا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف بے توجہی اور بے التفاتی ہے، جس میں اس ذاتِ کریم نے ارشاد فرمایا ہے" :ان اللہ لایغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔"... "اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اس چیز کو نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔"

حکمرانوں کی "عنایت" سے کثیر تعداد میں نازل ہونے والے مصائب، نقصانات اور نت نئے حوادثات کے بعد اللہ تعالیٰ کی جانب سے آجانے والے پیغامِ انقلاب کے باوجود بھی امریکی غلاموں نے اپنی دگرگوں صورتِ حال نہ بدلی، ٹوٹ پھوٹ کے بھنور میں ڈانواں ڈول ہوتی اس ناؤ کو ساحل آشنا نہ کیا اور خوابِ خرگوش سے اٹھ کر بیداری کی لہر پیدا نہ کی، تب تک یہ ظلم ہوتے رہیں گے۔ بلکہ ان میں جدت بھی آئے گی۔ ظالم کا ظلم بڑھتا رہے گا اور مظلوم میں ظلم سہنے کی قوت بھی بڑھتی رہے گی۔ زندگی انہی مصائب و آلام میں گزرے گی۔ اور بہاریں اب بھی آئیں گی، لیکن اب وہ دورِ امارت اسلامیہ جیسی رونق چمن نہیں رہے گی۔ کاش میرے تمام مسلمان بھائیوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم موجودہ حکمرانوں کے ظلم کا شکار ہیں۔ ہم مظلوم ہیں۔ پھر اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائیں تا کہ اس گلستانِ بربادی آشنا میں رونق لوٹ آئے۔ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:"مجھے ظالم پر اتنا غصہ نہیں آتا، جتنا مظلوم پر اس وجہ سے آتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا۔" اب یہ میرے ہم مذہب مسلمانوں پر موقوف ہے وہ اپنی دنیا کی بربادی کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی ویران کرنا چاہتے ہیں یا دونوں ہی کو آباد کرنا پسند کرتے ہیں۔ وہ صرف تعویذ، گنڈوں، وظائف اور چاہتِ توفیقِ عمل کے الفاظ سے خالی دعاؤں میں تاثیر کے قائل رہیں گے یا کچھ عملی اقدام بھی اٹھائیں گے۔

کاش میری قوم ستم رسیدہ اور نوع بہ نوع مظالم کے تابڑ توڑ حملوں کی وجہ سے چکنا چور ہو جانے والی اس سرزمین خلافت اسلامیہ کے چپے چپے سے جو صدائیں، آہ و زاریاں اور سسکیاں اِن الفاظ کی صورت میں بلند ہو رہی ہیں، ان کو سن کر سمجھ کر غور و فکر اور تدبر و تدابیر کریں... تا کہ ہماری تقدیر بدل جائے۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
سب لڑیں باطل سے رب کی حکمرانی کے لیے

عیدالفطر کے پر مسرت موقع کی مناسبت سے

عالیقدر امیرالمؤمنین حفظہ اللہ

کا پیغام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین، ناصر المجاهدین ومذل الجبابرة والمتکبرین، والصلاة والسلام علی إمام الغر المحجلین سیدنا ونبینا محمد صلی الله علیه وسلم و علی اله واصحابه أجمعین

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ﴾ سورة النحل آیة ۱۲۸

و عن معاذ ابن جبل رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم: رأس الأمر الإسلامُ، وعَمُوده الصلاةُ، وذِروة سَنامه الجهاد. رواه الترمذي

مسلمان بھائیو اور مجاہد صفت عوام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عیدالفطر کے پر مسرت موقع پر خوشیوں اور برکتوں والے اس دن کی مناسبت سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں ! اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے صیام، قیام، صدقات، دعائیں، جہاد اور ہم سب کے تمام نیک اعمال اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے !۔

مسلمان بھائیو!

مسرت اور شکر کا مقام ہے کہ عیدالفطر کا یہ مبارک دن ہمیں ایسے حالات میں ملا ہے کہ جہادی میدانوں میں ہمیں مسلسل فتوحات مل رہی ہیں۔ الحمد للہ ملک بھر میں حالات جنگی لحاظ مجاہدین کے لیے سازگار ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور پھر مجاہدین اور عوام کی بیش بہا قربانیوں کی برکت سے وسیع علاقوں سے جارحیت پسند سمٹ رہے ہیں۔ شہری علاقوں میں دشمن کے اہم مراکز مجاہدین کے کامیاب حملوں کی زد میں ہیں۔ مفتوحہ علاقوں میں امارت اسلامیہ کی حکومت اور انتظامیہ ماضی کی بنسبت زیادہ مضبوط ہے۔ مجاہدین کی صفیں پہلے کی بنسبت زیادہ منظم، فعال اور متحد ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ دشمن عوام کے کچھ ناسمجھ اور غافل نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ خود میدان

جنگ سے پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ ان جوانوں کو سامنے لا رہے ہیں۔ میں پوری فوج، پولیس اور علی العموم تمام مخالفین کو دعوت دیتا ہوں کہ جارحیت پسندوں کے مفادات کی خاطر اپنے عوام سے لڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو! آؤ اپنے عوام کے شانہ بشانہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے مل کر مشترکہ دشمن کے خلاف مقدس جہاد میں شریک ہوجاؤ! تاکہ دنیاوآخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہوسکو۔

علماء کرام، قومی رہنماؤں اور دیگر باثر افراد سے امید رکھتا ہوں کہ ان بے خبر نوجوانوں کو جو دشمن کے ہاتھوں استعمال ہورہے ہیں انہیں سمجھائیں۔ والدین اور رشتہ دار بھی اپنے بچوں کو دنیاوآخرت کے نقصان سے بچانے کی کوشش کریں!

جولوگ دشمن کی صف سے الگ ہوجائیں مجاہدین امارت اسلامیہ کی پالیسی کے مطابق ان سے ہمدردانہ سلوک کریں۔ ان کا پرجوش استقبال کریں اور ان باضمیر افغانوں کی بہادری اور سرفروشی کی قدر کریں جو دشمن پر حملہ کرکے مجاہدین کی صف میں شامل ہوجاتے ہیں۔

الحمد للہ! عوام کی جانب سے مجاہدین کے ساتھ تعاون اور ہمدردی میں اور بھی اضافہ ہوا ہے۔ میں تمام مجاہدین کی نمائندگی سے اپنے محب وطن ومحب دین عوام کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے مخلصانہ تعاون کے بدلے اللہ تعالی سے ان کے لیے خوشحالی اور دارین کی سعادت کا طلب گار ہوں۔

میدان جنگ کی طرح دیگر شعبوں میں بھی امارت اسلامیہ کی کارگردگی ترقی اور جدت کی حالت میں ہے۔ تعلیم، صحت، معیشت، عدلیہ، دعوت وارشاد، ادبی وثقافتی کارکردگی، شہداء اور معذوروں کی خدمت، این جی اوز اور دیگر رفاہی اداروں کی نظم وضبط اور کنٹرول، قیدیوں کے معاملات اور عوامی نقصانات کی روک تھام ایسے تمام شعبہ جات میں بڑی خدمات پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہیں۔ میں اللہ تعالی سے ان تمام ذمہ داران اور کارکنوں کے لیے اجر عظیم کا طلب گار ہوں اور ان ساتھیوں سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنی کارکردگی میں مزید ترقی، اثرانگیزی اور چستی وہمت سے کام لیں گے۔

امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کی کوششوں سے {جو ہماری ہدایات کے مطابق اقدامات کرتا ہے} عالمی اور داخلی سطح پر امارت اسلامیہ کو سیاسی وجاہت اور مقام مل گیا ہے۔ بہت سے ایسے طبقات جو اس سے قبل ہمارے مخالف تھے اب امارت اسلامیہ کو ایک حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں کی کوششوں سے امریکہ کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔

جارحیت پسندوں کے ہاتھوں منتخب انتظامیہ ہر طرف سے ناکامی کا شکار ہے۔ یہاں تک ان کے خارجی آقاؤں اور داخلی حامیوں کا اعتماد ان سے اٹھ رہا ہے۔ مالی کرپشن، زمینوں پر ناجائز قبضے، عوامی املاک کے لوٹ مار میں یہ انتظامیہ پہلے نمبر پر ہے۔

انتخابات کے نام پر جاری جعلی ڈرامے نے کابل انتظامیہ اور مغربی جمہوریت کو مزید رسوائی کا شکار کردیا ہے۔ درحقیقت اس ڈرامے کا مقصد افغان عوام کو یہ تاثر دینا تھا کہ تبدیلی آگئی ہے۔ مگر افغان عوام شروع سے دشمن کے عزائم جان گئے تھے۔ اسی لیے عوام کی اکثریت نے اس مغربی ڈرامے کا بائیکاٹ کردیا۔ آج سب نے دیکھ لیا ہے کہ انتخابات اور عوامی رائے کے جو نعرے لگائے گئے اس کا مقصد عوام میں قبائلی، علاقائی، لسانی اور دیگر نفرتوں کو ہوا دینا تھا۔ ساری دنیا دیکھ چکی ہے کہ ہماری پیش گوئیوں کے مطابق گذشتہ کی طرح اس بار بھی انتخابات کے نام پر کھیلا جانے والا کھیل امریکی سلیکشن پر منتج ہورہا ہے۔ اختیار واقتدار اب بھی جارحیت پسندوں کے ہاتھوں میں ہے۔ ملکی اور عوامی مفادات کا خیال رکھے بغیر ان کا ہر حکم ماننا ان کے لیے لازم ہوتا ہے۔

ہم امریکا اور ان یورپی ممالک سے جن کی فوجیں افغانستان میں موجود ہیں اور مستقبل میں وہ یہاں سیاسی اثر ورسوخ یا فوجی اڈوں کا خواب دیکھ رہے ہیں صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ افغانوں کو اپنے قومی اور مذہبی تقاضوں کے مطابق ایک آزاد اسلامی حکومت بنانے دیں۔ آپ اگر ان سے حکومت سازی کا یہ حق چھینیں گے تو یہ نہ صرف ظلم اور انسانی حقوق کی پامالی ہوگی بلکہ اس کا انجام بھی وہی ہوگا جو گذشتہ تیرہ سالوں سے آپ لوگ دیکھتے آرہے ہیں۔ اس حقیقت سے اب تک آپ لوگ بخوبی واقف ہوچکے ہوں گے کہ افغان عوام جن کی تاریخ اسلام اور آزادی کی خاطر جنگوں سے بھری پڑی ہے کبھی بھی غیروں کی بنائی ہوئی حکومت کو تسلیم نہیں کریں گے۔

ہمارا موقف یہی ہے کہ افغانستان کی جنگ اس وقت ختم ہوگی جب تمام بیرونی جارحیت پسند افغانستان سے سے چلے جائیں اور یہاں ایک آزاد اور خود مختار اسلامی حکومت قائم ہوجائے۔ چاہے جس عنوان سے بھی ہو ان کے محدود فوجیوں کا یہاں رہنا جارحیت اور جنگ کو مزید طول دینے کے مترادف ہے۔

اور اپنی سرزمین پر غیر ملکی افواج کی موجودگی کسی کے لیے بھی قابل برداشت نہیں ہوتی۔

وہ لوگ جو جارحیت پسندوں سے سیکیورٹی معاہدے پر دستخط کرنا چاہتے ہیں ان سے ہم کہنا چاہیں گے کہ جنگ اور جارحیت کو طول دینے کے اسباب سے دستبردار ہو جائیں۔ ہمارے ملک میں جارحیت پسندوں کی موجودگی کسی کے مفاد میں نہیں۔ جنگ کی طوالت سے خطے اور ملک کے حالات اور بھی خراب ہو جائیں گے۔ خاص طور سے اسلامی نظام، سیاسی استقلال اور سرزمین کی آزادی معدوم ہو جائے گی۔ اور ثقافتی یلغار کو طول ملے گا جو آئندہ نسلوں کی تباہی کا باعث بنے گا۔

عالمی دنیا اور پڑوسی ممالک کو حسب سابق ایک بار پھر یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ ہماری جنگ آزادانہ اسلامی نظام اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے ہے۔ ہم پڑوسی، خطے اور عالمی ممالک کے معاملات میں مداخلت کا ارادہ رکھتے ہیں نہ ان کی جانب سے کوئی ضرر رساں اقدام قابل برداشت سمجھتے ہیں۔ اور ان سے بھی ایسے ہی موقف کی امید رکھتے ہیں۔ تمام سرحدی علاقوں میں موجود مجاہدین کو ہدایت دیتا ہوں کہ اپنے سرحدوں کی حفاظت کریں اور دوطرفہ احترام کی بنیاد پر پڑوسی ممالک سے اچھے تعلقات قائم کریں۔

مشرق وسطی کے واقعات اور تبدیلیوں کے متعلق کہنا چاہوں گا کہ عالمی قوتیں خطے کے عوام کو اپنی مرضی سے اپنے جائز خواہشات کی تکمیل کرنے دیں۔ یہ بات قابل توجیہ نہیں کہ عوامی تحریکوں پر دہشت گردی کا بے معنی الزام لگا کر ان پر بموں کی بارش کردی جائے یا ان سے جیلیں بھردی جائیں۔ ایسی حرکتوں سے کوئی بھی کسی بھی قوم کے ارادوں کو شکست نہیں دے سکتا۔ رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں اسرائیل کے غاصب درندوں نے سینکڑوں مظلوم فلسطینیوں کو شہید، زخمی اور بے گھر کردیا۔ اس وحشیانہ عمل کی ہم شدید الفاظ میں مذمت کرتے ہیں اور دنیا خصوصا اسلامی دنیا کے ممالک کو دعوت دیتے ہیں کہ ایسی واضح ظالمانہ کارروائیوں پر خاموشی انتہائی بڑی بے انصافی ہے اور اس میں ہم سب کا نقصان ہے۔ اس طرح کے بڑے مظالم کی روک تھام کے لیے فوری عملی اقدامات اٹھانے چاہئیں۔ تاکہ خطے اور دنیا کا امن مزید خراب نہ ہو۔

امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین!

یہ آپ کا دینی اور قومی فریضہ ہے کہ لوگوں کو آرام پہنچانے اور ان کی دل جوئی کی کوشش کریں۔ غرور و تکبر کے ساتھ، کسی شرعی دلیل کے بغیر طاقت اور اسلحے کا استعمال، عوام کو دھمکانا، ڈرانا اور ایذا پہنچانا، ان کے جان مال اور عزت کو نقصان پہنچانا بہت بڑا جرم ہے جس کے ارتکاب پر دنیا میں بھی اور اخرت میں بھی احتساب کا سامنا ہوگا۔ لوگوں کے ساتھ آپ کا رویہ اچھے اخلاق، تحمل، عاجزی، ایثار اور دوطرفہ احترام پر مبنی ہونا چاہیے۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالی کے فیصلے ہماری شکل وصورت پر نہیں بلکہ ہمارے دلوں اور اعمال پر ہوتے ہیں۔

مجاہدین امارت اسلامیہ کے مفتوحہ علاقوں میں انصاف اور امن کے قیام کے لیے بھرپور مخلصانہ جدوجہد کریں۔ چوروں اور ڈاکوؤں کا خاتمہ کریں اور عوام کو سکون کی فضا مہیا کریں۔

جہادی کارروائیوں کے دوران عوام کے جان ومال کا پورا خیال رکھیں تاکہ خدانہ کرے انہیں کوئی نقصان پہنچے۔ عوامی نقصانات کی روک تھام کے لیے قائم شعبہ اپنی ذمہ داریوں پر پوری طرح توجہ دیں تاکہ عوامی نقصانات کا مکمل خاتمہ ہوسکے۔

مجاہدین کو یاد رکھنا چاہیے کہ عالمی جارحیت پسندوں کے خلاف ہماری استقامت اور کامیابی صرف اور صرف اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے میں ہے۔

مجاہدین اطاعت کے دائرے میں رہتے ہوئے اللہ تعالی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے امیروں کی اطاعت جاری رکھیں۔ نفاق، اختلاف اور تعصب سے دور رہیں۔ اتحاد، بھائی چارے اور آپس کے اعتماد کا رشتہ اور بھی مضبوط کریں۔ اور دشمن کے خلاف جہادی صف بنیان مرصوص کی طرح ناقابل تسخیر بنادیں۔

مجاهد هم وطنو!

ہمارا ملک خود مختاری اور آزادی کی چوکھٹ پر ہے۔ ہمیں یقین ہے اللہ تعالی جارحیت اور ظلم کے خاتمے کے ساتھ ایک پر سکون اسلامی نظام کی نعمت سے ہمیں ضرور بہرہ ور فرمائیں گے۔ انشاء اللہ

افغانستان تمام افغانوں کا مشترکہ گھر ہے۔ ہر افغان کو اس کی خدمت کا حق حاصل ہے۔ امارت اسلامیہ ایسا ایک نظام قائم کرے گی جس میں افغانی معاشرے کے تمام طبقات اور تمام خطوں کو اپنی نمائندگی نظر آئے کسی کو بھی اجنبیت کا احساس نہ ہو۔ اقتصادی حوالے سے عالمی تعاون اور سرمایہ کاری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زراعت، مویشی اور معدنیات نکالنے پر توجہ مرکوز کی جائے۔

انفراسٹرکچر کی بحالی، تعمیر نو اور تیکنیکی مہارتوں پر خصوصی توجہ دے۔ ایسا نظام قائم کیا جائے جو معاشرے کا خادم ہو اور تمام تعلیمی، تربیتی، ثقافتی، معاشرتی، عمرانی اور تعمیر نو کے شعبوں میں انصاف اور شفافیت کے ساتھ عوام اور ملک کی خدمت کرے۔

امارت اسلامیہ جس طرح اسلامی نظام کے نفاذ کو دنیا اور آخرت کی بھلائی کا ضامن سمجھتی ہے اسی طرح اسی نظام کے استقلال، پائیداری اور مضبوطی کو ملک وملت کی مضبوطی، معاشی استحکام، سائنس، ٹیکنالوجی، انسانی علوم، اور دیگر جدید مثبت کامیابیوں کے حصول اور ترویج کے لیے زندگی کا جزلاینفک سمجھتی ہے۔ اس حوالے سے امارت اسلامیہ کے خلاف جو پروپیگنڈا کیا جاتا ہے یا تعلیم کی مخالفت کا جو الزام لگایا جاتا ہے ہم اس کی سختی سے تردید کرتے ہیں۔ ہم علوم کے سیکھنے کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہیں اور حدود شریعت کے اندر رہتے ہوئے مردوں اور عورتوں کے حق میں اسلام کے دیے ہوئے اس حق کے قائل ہیں اور عملی طور پر خود کو اس کے لیے تیار پاتے ہیں۔

آخر میں ایک بار پھر سب کو عیدالفطر کی مبارک باد دیتا ہوں۔ اللہ تعالی آپ کو توفیق دے کہ خوشیوں کہ ان ایام میں پورے اہتمام سے بے آسرا اور غم زدہ لوگوں کی دستگیری کریں۔ یتیموں کے سر پر دست شفقت رکھیں۔ شہداء، قیدیوں اور مہاجرین خاندانوں سے تعاون کریں اور قیدیوں اور زخمیوں کی عیادت، خدمت اور حوصلہ افزائی کریں۔ والسلام۔

خادم اسلام امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاهد (حفظه الله)

۲۷ رمضان المبارک ۱۴۳۵ ھ ق

۳/۵/۱۳۹۳ ھ ش

2014-7-25م

نصاب تعلیم اور طلباء پر عیسائیت کے اثرات

عبدالرزاق تنبی

افغانستان میں طلباء کے ساتھ دو بڑی زیادتیاں ہوتی ہیں جو میرے نزدیک قابل معافی نہیں، ایک ناظرہ قرآن کے امتحان میں ایسے طلباء کو کامیاب قرار دینا جو بالکل قرآن پاک نہیں پڑھ سکتے، دوسری یہ کہ زبانوں کے شعبے میں پشتون طلباء کو فارسی اور فارسی بولنے والوں کو پشتو کے پرچے میں کامیاب قرار دینا حالانکہ وہ ایک دوسرے کی زبانوں سے بالکل واقف نہیں ہوتے۔اور جب یہی طلباء یونیورسٹی لیول تک پہنچتے ہیں وہاں بھی انھیں بعض اسلامی احکام کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن یہاں بھی اسلام کے بہت سے احکام ان کی سمجھ میں نہیں آتے، اور ان طلباء کی ایک بڑی تعداد تو بالکل ان احکام سے ناواقف ہوتی ہے جیسا کہ یہاں نصاب تعلیم میں ناظرہ قرآن اور دین کی بنیادی باتیں شامل نہیں ہوتیں اسی لئے اس مرحلے میں بھی نوجوانوں کے پاس اسلام کے بارے صرف اس قدر معلومات ہوتی ہیں جتنا امتحان میں پوچھا جاتا ہے۔

مسجد میں بھی قرآن پاک کی تعلیم پرانی شکل میں دی جارہی ہے اور دوسرے اسلامی ممالک کی طرح قرآن پاک کی تعلیم وتدریس کے نئے طریقوں سے بالکل استفادہ نہیں کیا جاتا، یہاں ڈنڈے کے زور پر بچوں کو قرآن پڑھایا جاتا ہے، حالانکہ اس کے لئے ایک آسان وراحسن طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے جس سے بچے اپنے شوق سے قرآن پڑھنے کے لئے مسجد کی طرف دوڑ پڑیں۔ جرمنی میں مقیم نامور مبلغ عبدالرحیم گرین کے بارے میں سنا ہے کہ وہ مسجد میں بچوں کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ان کے ساتھ دوڑنے کا مقابلہ کرتے ہیں تاکہ انہیں مسجد سے محبت پیدا ہوجائے اور مقررہ وقت پر بچے خوشی سے مسجد پہنچ جائیں۔

ایک دوست نے مجھے بتایا کہ پشاور میں دارالحفاظ کے لئے عرب اساتذہ حفاظ کا امتحان لے رہے تھے اور جب حافظ سے پوچھتے کہ اگر بچہ پڑھائی کے دوران شور یا بدتمیزی کریں تو آپ کیا کریں گے، حافظ صاحب جواب دیتے کہ وہ اسے سمجھائیں گے، تو ممتحن پھر سوال کرتے کہ اگر پھر بھی نہ سمجھے، تو جواب آتا کہ وہ اسے ڈنڈے سے سمجھائیں گے، کہتے ہیں کہ جو حافظ ڈنڈے کی بات کرتا اسے فارغ کردیتے، یہاں تک کہ سینکڑوں حفاظ میں سے صرف چند حفاظ ایسے تھے جنھوں ڈنڈے کی بات نہیں کی اور انھیں دارالحفاظ کے لئے منتخب کیا گیا۔

ہمارے معاشرے کی حالت یہ ہے کہ مارنے والے اساتذہ کی بہتات اور سمجھانے والے اساتذہ کی کمی ہے، اگر ہم نے مارنے کی بجائے سمجھانے سے کام لیا تو پھر بچپن سے ہی بچوں کو دینی تعلیم کی طرف راغب کرنا آسان ہو جائے گا۔

لیکن افسوس یہاں اگر کوئی بچہ نماز کے اوقات میں مسجد آتا ہے اور اس سے کوئی غلطی سرزد ہوجائے، تو مسجد کے تمام افراد اس بچے پر اپنا غصہ نکالتے ہیں، اس طرز عمل سے بچے کا دل ٹوٹ جاتا ہے، اور پھر مسجد کا نام سنتے ہی اسے لوگوں کا غصہ یاد آتا ہے جس کی وجہ سے وہ مسجد جانا چھوڑ دیتا ہے کہ کہیں پھر کسی غیر عادی حرکت پر مسجد میں مار نہ پڑ جائے۔

امریکی اخبار نیویارک ٹائمز نے ایک افغان نوجوان کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ نوجوان جو کابل کے ایک میڈیکل یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہے نے عیسائی مذہب قبول کرلیا ہے، رپورٹ کے مطابق مذکورہ نوجوان پاکستان میں مقیم اور پھر غیر قانونی طور پر ایران، ترکی، اور یونان کے راستے جرمنی پہنچا جہاں وہ مہاجرین کے ایک کیمپ میں رہنے لگا، وہاں اس کی ملاقات عیسائی مبلغین سے ہوئی اور انہی کی دعوت اور اکسانے پر مذکورہ نوجوان نے عیسائی مذہب قبول کرلیا، اور پھر جرمنی کی شہریت حاصل کرنے کے لئے اپنی دستاویزات جرمن حکام کو پیش کیں جو مسترد کی گئیں اور اسے واپس

افغانستان بھیج دیا گیا۔

جہاں سے وہ واپس پاکستان پہنچا اور اپنے عیسائیت کے دستاویزات سکین کر کے "یو ایس بی" میں ڈال لئے تاکہ کوئی دیکھ نہ سکے اور اسکی عیسائیت کا بھانڈا نہ پھوڑے، لیکن تھوڑے عرصے بعد جب اسکے بہنوئی نے اس سے "یو ایس بی" مانگی تو اس نے دیدی۔ اس وقت اسے یاد نہیں رہا کہ "یو ایس بی" میں خفیہ دستاویزات بھی ہیں، بہنوئی نے دستاویزات دیکھتے ہی گھر والوں کے سامنے اس کے عیسائی ہونے کا انکشاف کیا اور پھر گھر پہنچتے ہی سارے گھر والوں نے مل کر اس کی خوب پٹائی کی اور اسے ایک کمرے میں بند کر دیا، ایک رات کو وہ کمرے سے نکل کر بھاگ نکلا اور واپس کابل پہنچا اور یہاں وہ بچپن کے ایک دوست کے ساتھ اب بھی ایک خفیہ مقام پر روپوش ہے، والد بھی اسے تلاش کرنے کے بعد موت کے گھاٹ اتارنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

لیکن والد کو اسکی تربیت کے وقت یہ خیال نہیں آیا کہ کہ عصری علوم کے ساتھ ساتھ بچے کو دینی علوم بھی سکھائے جاتے، میڈیکل کی تعلیم کے ساتھ کچھ اسلامی تعلیمات کے بارے میں بھی آگاہی حاصل کروائی جاتی، تاکہ وہ اپنے دین کو وراثت میں ملنے والا دین نہ سمجھتا، اور اس دین کو صرف اپنے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کیلئے فلاح کا ضامن سمجھتا۔

مشکلات اس بچپن سے جنم لیتی ہیں جس بچپن میں بچوں کو صحیح معنوں میں دینی تعلیم سے روشناس نہ کیا گیا ہو، اگر بچپن سے ہی بچوں کو ایسی سرگرمیوں میں معروف رکھا جائے جس کی مدد سے انکا اپنے دین سے محبت پیدا ہو جائے تو پھر بڑے ہو کر بھی دین سے دوری کا راستہ اختیار نہیں کریں گے۔

ہم مانتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ ایک اسلامی معاشرہ ہے جہاں اسلامی احکام، عادات و اخلاق بڑی حد تک نافذ ہیں، لیکن یہ بات ناممکن ہے کہ نوجوان ہمیشہ اس معاشرے میں رہیں ہو سکتا ہے یہ نوجوان بعد میں ایک ایسے معاشرے میں رہیں جہاں مکمل مذہبی آزادی، فحاشی و عریانی اور اخلاق و اقدار کی تنزلی کی کوئی حد نہ ہو تو پھر یقیناً انکے گمراہ ہونے کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

حصول علم کے نام پر درجنوں افغان نوجوان ہندوستان گئے، وہاں عیسائی مبلغین انہیں اپنے باطل دین کی دعوت دینے لگے اور بالآخر بہت سے نوجوان عیسائی بن گئے حتی کہ بعض تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کی بے حرمتی کا ارتکاب بھی کر بیٹھے، آخر کیوں۔۔۔؟؟

سب سے بڑی وجہ اسکی اپنے دین کے بارے میں معلومات کا فقدان ہے کیوں کہ انہوں نے دین کو ایک وراثتی مذہب سمجھ کر اختیار کیا ہے نہ کہ علمی اور عملی طور پر۔

دنیا کے دیگر ممالک میں دوسرے مذاہب کے نوجوان جوق در جوق اسلام کے مقدس دین کی طرف آرہے ہیں کیونکہ ہر شخص چاہتا ہے کہ شعوری طور پر مذہب کا انتخاب کرے اور اس انتخاب کے موقع پر دیکھتے ہیں کہ نہ موجودہ عیسائیت میں زندگی گذارنے کے اصول ہیں، نہ موجودہ یہودیت میں نہ بدھ مت میں اور نہ کسی اور مذہب میں، سوائے اسلام کے۔

آخر میں اپنی گمشدہ متاع جس میں دنیا کیلئے بھی زندگی گذارنے کی رہنمائی ہو اور آخرت کیلئے بھی، تو اس انتخاب میں ان کی نگاہ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب پر نہیں ٹھہرتی اور علی الاعلان اسلام قبول کرتے ہیں، ماضی میں چاہے کیسے ہی زندگی گزاری ہو لیکن اسلام کے مقدس دین کی طرف آنے سے ایسے نیک اور صالح مسلمان بن جاتے ہیں کہ دوسرے مسلمان بھی

اسلام اور عیسائیت {آج کل اسلام کے مقابلے میں سب سے زیادہ کوشش عیسائی مبلغین کر رہے ہیں} کے بارے میں اپنے بچوں کو اچھی طرح آگاہ رکھیں، اور کم از کم وہ عام اور مشہور سوالات جو عیسائی مبلغین اکثر مسلمانوں سے کرتے ہیں ان کو یاد کروائے جائیں۔ انھیں بتادیا جائے کہ اسلام کی پیروی میں انھیں کن مسائل کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے اور ان کے سدباب کیلئے انھیں کیا کرنا چاہئے۔ انھیں یہ بات سمجھادی جائے کہ عیسائیت کیوں ایک باطل دین ہے، اور اس کے باطل ہونے کی دلیل کیا ہے۔ ہم کیوں اسلام کی پیروی کر رہے ہیں اور دوسرے ادیان کی پیروی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے سوالات ہیں جن کے جوابات ہمیں اپنے بچوں کو یاد کروانے چاہئے۔ آج اگر ہم اپنے بچوں کو مطلوبہ تربیت نہ دے سکے تو کل انہی کے ہاتھوں چڑھ جائے گی۔ پھر ان کے پاس دو ہی راستے ہونگے اپنے دین پر قائم رہیں گے یا دوسروں کے باطل دین کو اختیار کریں گے یا پھر سیکولر بن کر بے دین ہو جائے گے یعنی کسی دین کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہونگے۔

اسکی زندگی پر رشک کرتے ہیں۔

اب ایک ایسے وقت میں جب دنیا ایک گاؤں کی شکل اختیار کر چکی ہے، انسان کیلئے یہ ممکن ہے کہ گھنٹوں میں یورپ، ایشیاء امریکا اور آسٹریلیا کا سفر کریں اور اسی بنیاد پر وہ ایک ہی دن میں مختلف مذاہب کے پیروکاروں اور ان کے معاشروں کا تجزیہ کر سکتا ہے، اور ان مذاہب کے افراد بھی اس شخص کے دین کو چیلنج کر سکتے ہیں یا اسکے دین کی بنیادی باتوں پر بھی سوالات اٹھا سکتے ہیں ،تو ایسے وقت میں کسی شخص کے پاس دو راستے ہوتے ہیں۔ یا تو اس شخص کی باتوں کو تسلیم کر کے اسی کے مذہب کو اختیار کرے گا، یا اپنے مذہب کا ایسے انداز میں دفاع کرے گا کہ مخالف شخص کو اطمینان حاصل ہو۔

یورپ میں مقیم ایک نوجوان نے بتایا کہ یہاں آنے کے بعد اس کا سامنا کچھ عیسائی مبلغین سے ہوا، تو انہوں نے اسلام کے بارے میں اس سے ایسے سوالات پوچھے جن کے بارے میں آج تک اس نے سنا بھی نہیں تھا، اس نے بتایا کہ میرے پاس دو راستے تھے، یا تو ان کی باتوں کو حق و صحیح جان کر ان کے باطل دین کو قبول کرتا یا دلیل سے ثابت کرتا کہ اسلام دین حق اور ان کا دین باطل ہے، اسی لئے میں نے ان سے انکے سوالوں کے جوابات دینے کے لئے وقت مانگا، اور بالآخر انٹرنیٹ پر ایک آنلائن ویب سائٹ سے انکے تمام سوالوں کے جوابات ڈھونڈھ کر دیدئے، جو اسلام کے بارے میں مجھ سے پوچھے گئے تھے، اس کے بعد انھیں میرے ساتھ بحث کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اسی طرح امریکا میں مقیم ایک اور نوجوان نے مجھے بتایا کہ میں نے امریکا کے ایک شہر میں کمرہ کرائے پر لیا، تو قریبی چرچ کے عیسائی مبلغین مجھے بار بار چرچ آنے کی دعوت دیتے رہتے اور میں انکی باتوں کو ٹالتا رہتا، آخر ایک دن ہماری بحث شروع ہوئی، میں نے پہلے سے ہی وہ تمام اعتراضات جو اسلام اور عیسائیت پر ہوئے تھے دونوں کا مطالعہ کر لیا تھا اسی لئے اسلام کے بارے میں پوچھے جانے والے انکے تمام سوالوں کے جوابات میں نے دیدئے، اور جب میں نے عیسائیت کے بارے میں ان سے سوالات پوچھے تو وہ جواب نہ دے سکے اور مجھے چرچ کے ایک پادری کے پاس مباحثے کے کیلئے بھیج دیا، اور پادری بھی سوالات سن کر وقت مانگنے لگا بعد میں کئی دفعہ چرچ جا کر اس پادری کا پوچھا تو جواب ملتا کہ وہ موجود نہیں ہے۔

اگر آپ اپنے بچوں اور آنے والی نسلوں کو ادیان باطلہ کے اثرات سے محفوظ بنانا چاہتے ہیں تو ابھی سے کمر کس لیں اور اپنے بچوں کو ایسی تربیت دیں کہ وہ کم از کم اپنے دین کے بارے حوصلہ افزا معلومات تو رکھتے ہوں۔

افغانستان میں اب خواندگی کی شرح کافی حد تک بلند ہوئی ہے ملک میں ایسے کم ہی گھرانے ہوں گے جہاں ایک تعلیم یافتہ شخص موجود نہ ہو، اگر پیسہ کمانے کیلئے اپنے بچوں کو جدید تعلیم کے حصول پر لگا دیا ہے، تو ابدی زندگی میں کامیاب ہونے کیلئے گھر میں دینی تعلیم کا اہتمام بھی کریں کیونکہ دین سے آگاہی کیلئے اپنے خاندان کی اچھی تربیت آج کی اہم ضرورت ہے۔

اسلام اور عیسائیت {آج کل اسلام کے مقابلے میں سب سے زیادہ کوشش عیسائی مبلغین کر رہے ہیں} کے بارے میں اپنے بچوں کو اچھی طرح آگاہ رکھیں، اور کم از کم وہ عام اور مشہور سوالات جو عیسائی مبلغین اکثر مسلمانوں سے کرتے ہیں ان کو یاد کروائے جائیں۔ انھیں بتا دیا جائے کہ اسلام کی پیروی میں انھیں کن مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور ان کے سدباب کیلئے انھیں کیا کرنا چاہئے۔ انھیں یہ بات سمجھا دی جائے کہ عیسائیت کیوں ایک باطل دین ہے، اور اس کے باطل ہونے کی دلیل کیا ہے۔ ہم کیوں اسلام کی پیروی کر رہے ہیں اور دوسرے ادیان کی پیروی سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت سے سوالات ہیں جن کے جوابات ہمیں اپنے بچوں کو یاد کروانے چاہئے۔ آج اگر ہم اپنے بچوں کو مطلوبہ تربیت نہ دے سکے تو کل انہی کے ہاتھوں چڑھ جائے گی۔ پھر ان کے پاس دو ہی راستے ہونگے اپنے دین پر قائم رہیں گے یا دوسروں کے باطل دین کو اختیار کریں گے یا پھر سیکولر بن کر بے دین ہو جائے گے یعنی کسی دین کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہونگے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی آنے والی نسلوں کی حیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیلئے سمندر کے جھاگ کی مانند بے فائدہ اور بے سود ہو تو پھر اپنے بچوں کی دینی تربیت کے سلسلے میں بے فکر ہو جائیں، اور اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی آئندہ نسل ایسی ہو جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت کے زیادہ تعداد پر فخر کروں گا، تو پھر اپنے بچوں کو ایسی تربیت دیں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے پر فخر کریں، ان کے دلوں میں اسلام کی محبت ایسی بھر دیں کہ پھر کوئی نام نہاد عیسائی اسے گمراہ نہ کر سکیں، خود بھی اسلام کی مکمل پیروی کریں اور دوسروں کو بھی اس مقدس دین کی دعوت دیتے رہیں۔

جعلی انتخابات، کرپٹ انتظامیہ کی بنیاد!!

شکور شفق

ملک پر مسلط شدہ انتظامیہ نے اپنا عالمی وقار اس قدر کھو دیا ہے کہ آج اس کی قانونی حیثیت پر سوالات اٹھائے جا رہے ہیں۔ اور افغان عوام اس حکومت کو مغربی ممالک کی وہ خطرناک سازش سمجھتے ہیں جس کے ذریعے آزاد اقوام کی حریت واستقلال پر غلامی کا دیو مسلط کر دیا جاتا ہے اور اسی سیکولرازم کے توسط سے جارحیت پسند آزاد اقوام کی آزادی سلب کر کے ان پر اپنی ناکام جمہوریت مسلط کر دیتے ہیں۔

مغربی تہذیبوں سے ناآشنا اور بیزار و متنفر افغان عوام کی پہچان انتخابات کے بہانے خدانہ کرے ایک بار پھر پانچ سال کے جمہوریت پسند اور مغربیت پسند کی حیثیت سے کرائی گئی۔ حالانکہ مسلمان رہنماؤں نے امارت اسلامیہ کے مطالبے پر انتخابات کا قطعی طور پر اس ڈرامے بائیکاٹ کر رکھا تھا۔ مگر جارحیت پسندوں کے صحافتی اور سیاسی حلقوں نے انتہائی ہٹ دھرمی سے پھر بھی اس کی کامیابی کے دعوے کیے اور افغان عوام کی سوچوں اور افکار کو کند چھری سے ذبح کیا گیا
۔

پہلے 2009 اور پھر 2014 میں صدارتی انتخابات کے نتیجے میں مغربی اتحادیوں نے ایک حربے کے تحت ایک درجن امیدواروں میں سے صرف عبداللہ عبداللہ اور اشرف غنی کو نمایاں امیدوار قرار دیا۔ ان مغربی اداروں نے ان دونوں امیدواروں کی جانب سے ایک دوسرے پر دھاندلی اور جعل سازی کے الزامات کو شر و فساد کی بجائے جمہوریت کا حسن قرار دیا۔ یہ اور اس طرح کے دیگر بہانے جارحیت پسندوں کا وہ منصوبہ ہے جس کے ذریعے کابل کا صدارتی محل ایک بار پھر شاہ شجاع، کارمل اور کرزئی جیسے کسی غلام ضمیر کے حوالے کیا جائے گا۔ جو اسلام، اس سرزمین اور افغان عوام کی تاریخی عظمت سب کے لیے باعث ننگ و عار ہو گا۔

ایسے انتخابات جس میں ہندو، سکھ، کیمونسٹ، دہری، سیکولر، لبرل، وطن فروش اور اسلام فروشوں کی رائے ایک حریت پسند مجاہد، عالم اور زاہد کے برابر بلکہ اس سے زیادہ بھاری ہو۔ اور حکومتی سسٹم کے عناصر ایسے نااہل اور بے دین افراد ہوں تو ایسی حکومت کس طرح بین الافغانی قانونی حیثیت پائے گی۔ اور افغانوں کے جیسے متصلب فی الدین مسلمان عوام کیسے ان کی قیادت پر بھروسہ کریں گے کابل میں نمایاں صدارتی امیدوار اشرف غنی اور عبداللہ وہ دو بدنام زمانہ افراد ہیں جن میں سے کسی کا بھی ماضی شاندار نہیں رہا اور نہ ہی کوئی ان سے اچھے مستقبل کی امید رکھ سکتا ہے۔ اشرف غنی کے متعلق ذرائع ابلاغ میں کہا گیا کہ وہ امریکا اور اسرائیل کے مفادات کے لیے کام کرتا ہے۔ اور اپنے خاندان سمیت مسجد کی بجائے کلیسا سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اس کا نائب دوستم گلم جم ملیشیا کا وہ خونخوار کمانڈر ہے جس نے روسی جارحیت کے دور میں اور پھر صلیبی جارحیت کی حمایت سے پورے ملک میں ہزاروں طلبہ، مجاہدین اور عام لوگوں کا قتل عام کیا ڈاکٹر عبداللہ اور اس کا نائب محقق بھی وہ وطن فروش ہے جسے اقتدار کی خاطر نہ دین کی پروا ہے اور نہ ملک کی شکست و ریخت کی کوئی فکر ہے۔ مجموعی طور پر دونوں جانب وہ قابل نفرت اور مردود چہرے ہیں جو امریکی استعمار کو اپنی حکومت کے پہلے مرحلے ہی میں دائمی فوجی اڈے دے دیں گے اور افغان مسلمان عوام کی تاریخی عظمت اور حریت مسخ ہو کر رہ جائے گی۔

ایسے انتخابات کے نتائج کی قانونی حیثیت کیا ہوگی جس میں نہ افغانوں کی اکثریت شریک ہو اور نہ عالمی دنیا کو اس کی شفافیت کا یقین ہو اور نہ جہادی مزاحمت کی اصل فریق امارت اسلامیہ نے اسے تسلیم کیا ہو۔ ایسے حالات میں جب افغان عوام کی سوچ اور افکار کی نمائندگی امارت اسلامیہ کر رہی ہے اور شرعی قیادت کی امید بھی انہی سے کی جاسکتی ہے۔ جس کے شرکت نہ کرنے کی وجہ سے طبعی طور پر تمام انتخابات پر سوالات اٹھنے لگے ہیں اور اس کی قانونی حیثیت متاثر ہونے لگی ہے۔

ایسے حالات میں جب ہم آغاز ہی سے ایسے فرمائشی انتخابات کو اپنے ملک، اسلامی تشخص اور افغانی تہذیب و مزاج کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اب بھی کہتے ہیں کہ یہ انتخابات جعلی، فرمائشی اور دھاندلیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس طرح سے بنی انتظامیہ کیسے شفاف، قانونی اور اسلامی جواز حاصل کر سکتی ہے اور کون ہو گا جسے یہ سب قبول ہوں۔

★★★

روسی فوجی قوت کا اجمالی جائزہ

لطیف عزم

قبل اس کے کہ ہم روسی فوجی قوت کا مختصر جائزہ لیں مناسب یہ ہے کہ روس کے حالیہ جغرافیے اور محل وقوع کی بھی تھوڑی سی وضاحت کر دیں۔ روسی فیڈریشن ایشیا اور یورپ کے شمال میں واقع ہے۔ اور رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا ملک جانا جاتا ہے جو تقریباً کینیڈا کے دوگنا رقبے پر مشتمل ہے۔ روس ناروے، فن لینڈ، اسٹونیا، لٹوانیا، لسٹن، بیلاروس، یوکرائن، گرجستان، آزربائیجان، قازقستان، چین اور شمالی کوریا اس کے پڑوسی ممالک ہیں۔

اسی طرح روس پانی کے راستے امریکی ریاست الاسکا سے بھی ملتا ہے۔ روس تیل اور گیس پیدا کرنے والا بڑا ملک ہے۔ روس یورپ کو سب سے زیادہ تیل گیس دینے والا واحد ملک ہونے کے ساتھ ساتھ سلامتی کونسل کا دائمی رکن بھی ہے جس کی وجہ سے عالمی مسائل میں اس کا کردار بہت اہم ہے۔

عسکری قوت:

روس کی عسکری قوت کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ فضائی، زمینی اور بحری۔ اس کے علاوہ کچھ اور مستقل فوج بھی ہے جو ان تین فوجوں سے تعاون کرتے ہیں۔ جو مخصوص میزائل فورس، ہوائی دفاعی قوت اور روس کی فضائی قوت سے عبارت ہے۔ وزارت دفاع روسی فیڈریشن کے مسلح قوت کی مانی ہوئی بنیاد ہے۔ سوویت یونین کے دور سے اب تک سوویت افواج کے سربراہ کو روسی فوجی انتظامیہ کا مقتدر سربراہ سمجھا جاتا ہے۔

امریکی فوجی تجزیہ کار اور عسکری امور کے ماہر ویلیا اودام کے 1998 میں کیے ہوئے تجزیے کے مطابق روسی افواج کا یہ عہدہ اتنا بلند اور اہم ہے کہ سوویت افواج کے سربراہ کو وزارت دفاع سے الگ تصور کیا جاسکتا ہے مگر وزارت دفاع کو سوویت افواج کے سربراہ سے الگ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اب بھی اس کی یہ حیثیت برقرار ہے بلکہ اس کے اختیارات اور بھی بڑھ گئے ہیں۔

حالیہ تحقیقات کے مطابق روسی عسکری قوت دنیا میں امریکی فوج کے بعد دوسرے نمبر پر آتی ہے۔ روسی عسکری قوت کے شعبے اور تعداد حسب ذیل ہے۔

افرادی قوت کی تعداد 138 ملین 740 ہزار ہے۔ روس کے پاس 22950 ٹینک، 24900 فوجی ذرائع نقل و حمل، 12745 دور مار توپ، لاجسٹک مواد کی منتقلی کے لیے 12 ہزار وسائل نقل و حمل ہیں۔ اسی طرح 2749 جنگی طیارے اور 588 ہیلی کاپٹر، 233 بحری بیڑے، 7 بندرگاہیں، طیاروں، ہیلی کاپٹروں اور فوجی وسائل کی منتقلی کے لیے 1 بڑا بحری بیڑہ اور 48 آبدوز روسی فوجی قوت کا حصہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ روس کی یہ دفاعی قوت 70 فیصد سابقہ سوویت یونین کے دور عروج کے بقایاجات ہیں۔ جبکہ بقیہ 30 فیصد ترقی پیوٹن کے دور میں ہوئی ہے۔

روس اندرونی سطح پر اپنے بنائے ہوئے اسلحوں سے بھرپور استفادے کے ساتھ عالمی سطح پر بڑے پیمانے پر اسلحہ اور جنگی وسائل برآمد کرتا ہے۔ صرف 2013 میں روس نے اسلحہ برآمد کر کے 213 کروڑ ڈالر کمائے۔ روس نے حالیہ دو سالوں کے دوران تقریباً 40 ممالک کو عسکری اور فوجی وسائل دیے ہیں اور اس پر کافی منافع کمایا۔ یاد رہے 2013 میں روس کا دفاعی بجٹ 90 کروڑ ڈالر تھا۔

مذہبی سیکولرازم

تحریر: زاہد جلالی

میں بچپن میں امریکہ گیا، وہاں سکونت اختیار کی، تعلیم حاصل کی، وقت گزرنے کے ساتھ میں جوان ہوا، تعلیم سے فراغت کے بعد ایک بینک میں ملازمت اختیار کی، بینک میں صرف میں مسلمان تھا باقی تمام ملازمین عیسائی اور یہودی تھے، جبکہ میرے اسلام کا پتہ بھی دستاویزات سے چلتا تھا بظاہر میں بھی ان جیسا تھا۔ ہم سب امریکی شہری تھے، مذہب سے کسی کا لگاؤ تھا اور نہ ہی میرے اسلوب اور طرز زندگی سے انہیں اسلامیت کا پتہ چلتا تھا صرف دستاویزات میں انہوں نے دیکھا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔

میں خود کو افغان نہیں کہتا تھا بلکہ میرا دعوی یہ تھا کہ میں امریکی شہری ہوں، میرے پاس اس ملک کی تمام قانونی دستاویزات موجود ہیں، میں یہاں ایک امریکی شہری کی حیثیت سے ملازمت کر رہا ہوں لیکن میرے والد محترم افغانستان کا تذکرہ کرتے ہوئے حد سے زیادہ اصرار کرتے تھے کہ ہم افغانی ہیں اور اس پر وہ فخر کرتے تھے وہ اتنے اصرار کرتے تھے کہ ہم تنگ آجاتے۔

افغان جہاد کے دوران میرے والد محترم ہسپتال جا کر زخمی مجاہدین کی عیادت کرتے اور پھر انہیں ہمارے گھر بلا کر ان کی خدمت کرتے تھے، ہمارے گھر میں اس وقت تین کمرے تھے دو کمرے زخمیوں کے لئے مخصوص کر کے تیسرے کمرے میں ہم تکلیف دہ زندگی گزارتے تھے، اس وجہ سے ہم بہت نالاں تھے، لیکن ہمارے والد محترم ہمیشہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ ہم سب افغانی ہیں ہمیں اس المناک صورتحال میں ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کے درد دکھ میں شریک ہونا چاہیے۔

مجھے اسلامیت اور افغانیت کے مفہوم اور حقیقت کا اس وقت ادراک ہوا جب بینک میں یہودی اور عیسائی امریکی مجھ سے غیر ضروری اور بے جا سوالات کرتے تھے۔ کبھی وہ مجھے طعنہ دیتے تھے آپ تو مسلمان ہیں اور کبھی کہتے تھے کہ آپ تو افغانی ہیں جبکہ میں بھی ان کی طرح امریکی تھا، ان کا مقصد مجھے اذیت دینا تھا اور تکلیف میں مبتلا کرنا تھا وہ یہ تاثر قائم کرنا چاہتے تھے کہ میں ان سے الگ ہوں۔ میرے والد محترم ہمیشہ مجھے نصیحت کرتے تھے کہ آپ افغان ہیں افغانستان جا کر ملک و قوم کی خدمت کریں، اس وقت مجھے بھی احساس ہوا اور میں چاہتا تھا کہ افغانستان جا کر ملک کی خدمت کروں۔

افغانستان آیا اور ایک غیر سرکاری بینک میں ملازمت اختیار کی، دو سال بعد پھر امریکہ گیا، والد محترم نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیوں واپس آگئے؟ میں نے عرض کیا کہ عسکری دورے [دورس] کے اندازے کے مطابق وقت گزارا۔

تم اب تک سمجھنے سے قاصر ہو۔

کیوں؟ میں نے وہاں دو سال تک خدمت کی اور واپس آگیا۔

تمہیں چاہیے کہ امریکہ کو بھول کر اپنے ملک کی خدمت کریں، وہ آپ کا اپنا پیارا ملک ہے، وہاں جا کر اپنے لوگوں کی خدمت کریں۔

اچھا، واپس جاتا ہوں۔ واپس افغانستان آیا، ایک بینک میں منیجر کی حیثیت سے خدمت شروع کی، کچھ وقت گزرنے کے بعد اطلاع ملی کہ والد صاحب بیمار ہیں، میں ان کی عیادت کے لئے امریکہ گیا، انہوں نے بتایا کہ میں بیمار ہوں اور میں اپنے ملک جانا چاہتا ہوں تاکہ انتقال کے بعد مجھے وہاں دفن کیا جائے۔ میں نے ڈاکٹروں سے بات کی اور ان کو بتایا کہ والد صاحب کے دل میں افغانستان جانے کی حسرت ہے، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے ملک میں سپرد خاک ہوں۔ اس لئے ان کا علاج جلدی کرنا ضروری ہے۔

ڈاکٹروں نے مجھ سے اتفاق کیا لیکن حقیقت میں وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی مسلمان کا ارمان پورا ہو جائے، وہ چاہتے تھے کہ ان کا انتقال یہاں ہو جائے یہاں سپرد خاک کیا جائے اس لئے وہ علاج و معالجہ میں بھی جان بوجھ

کر غفلت کا مظاہرہ کر رہے تھے، کچھ وقت گزرنے کے بعد والد صاحب کی معمولی بیماری نے ڈاکٹروں کی غفلت کی وجہ سے خطرناک شکل اختیار کر لی اور انہیں کینسر کا مرض لاحق ہوا، اس کے باوجود ڈاکٹروں نے ان کے علاج میں دلچسپی ظاہر نہیں کی اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ انہیں افغانستان میں سپرد خاک کیا جائے۔

وقت گزر رہا تھا میں بھی افغانستان آیا، بینک میں اپنے کام میں معروف رہا، ایک دن امریکہ سے فون آیا اور والد محترم کے انتقال کی المناک اطلاع دی اور جلدی پہنچنے کی ہدایت کی۔ بدقسمتی سے والد محترم کا ارمان پورا نہ ہو سکا اور انہیں امریکہ ہی میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

ان تمام معاملات کا میں نے خود مشاہدہ کیا، میں نے تجربہ کیا اور مجھے یقین ہوا کہ امریکی کبھی بھی مسلم اور غیر ملکی شہری کو برداشت کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں اگرچہ وہ امریکی شہریت کی تمام دستاویزات رکھتے ہوں اور شکل وصورت میں بھی ان جیسے ہوں۔ اس کے باوجود ان کا رویہ متعصبانہ ہوتا ہے۔ بظاہر وہ سیکولر لوگ ہیں، ان کا دعوی بھی سیکولرازم کا ہے لیکن مذہبی لحاظ سے وہ مسلمانوں کے ساتھ تعصب رکھتے ہیں اور وہ نہیں چاہتے کہ مسلمان کا کوئی چھوٹا سا ارمان پورا ہو جائے۔

یہ کہانی ایک افغان نژاد امریکی شہری کی زندگی کا تجربہ ہے، ہم یہ سنتے ہیں کہ امریکی سیکولر ہیں وہاں دوستی اور دشمنی کا معیار مذہب پر نہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ ان کے متعصبانہ رویہ کا اندازہ آپ ایک بوڑھے شخص کے علاج سے لگائیں، وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کو اپنے ملک میں سپرد خاک کیا جائے اور ان کا یہ ارمان پورا ہو جائے، وہ عمل کے اعتبار سے کمزور مسلمان ہے ان کے ساتھ اتنا تعصب رکھتے ہیں جو پکے مسلمان ہیں ان کے نزدیک انہیں زندہ رہنے کا حق بھی حاصل نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ"

◆◆◆

بقیہ از: کونسی عالمی برادری؟؟؟

اس کے برعکس کشمیر اور برما وغیرہ جہاں مسلمان ظلم وستم کا شکار تھے، وہاں عالمی ضمیر نہ جاگ سکا اور ان مظالم کو رکوانے کے لئے وہ کچھ نہ کیا جو اسرائیل، مشرقی تیمور اور جنوبی سوڈان کے مسئلے میں کیا۔

یہ تمام مثالیں اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ جب دنیا میں "عالمی برادری" کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے بھی "غیر مسلم عالمی برادری" مراد ہوتی ہے جو ہمیشہ غیر مسلموں ہی کے مفادات کے لئے کام کرتی ہے۔ جبکہ مسلمانوں کے ساتھ چاہے کسی طرح کا بھی ظلم روا رکھا جائے اس نام نہاد عالمی برادری کا ضمیر نہیں جاگتا۔

لمحہ فکریہ، یہ ہے کہ "غیر مسلم عالمی برادری" نے تو اپنے افراد کے لئے پوری یکسوئی اور جانفشانی سے کام کیا لیکن افسوس کے "مسلم عالمی برادری" ایسا نہ کر سکی، حالانکہ اس برادری کو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جسم سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ان کی مثال تو ایک جسم کی سی ہے، اگر آنکھ کو تکلیف ہو تو پورا جسم اسے محسوس کرتا ہے اور سر کو تکلیف ہو تو اسے بھی پورا جسم محسوس کرتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اب "مسلم عالمی برادری" بھی فعال ہو جائے۔ جب "غیر مسلم عالمی برادری" اپنی برادری سے تعلق رکھنے والوں کے لئے ہر جائز وناجائز کام کر سکتی ہے تو کیا "مسلم عالمی برادری" کو اپنی برادری کے لئے جائز کاموں میں تعاون نہیں کرنا چاہئے؟ کیا فلسطین میں اسرائیل کی روکنے کے لئے ساری "مسلم عالمی برادری" کو اس کا معاشی وسفارتی بائیکاٹ کرتے ہوئے اس کے خلاف اعلان جنگ نہیں کرنا چاہئے؟ کیا افغانستان اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے والے امریکا کے خلاف "مسلم عالمی برادری" کو اپنے ضعیف اور کمزور بھائیوں بہنوں کا ساتھ نہیں دینا چاہئے؟ کیا شام میں ظلم وستم کے تمام ریکارڈ توڑنے والے بشار الاسد کے خلاف ساری "مسلم عالمی برادری" کو متحد ہو کر رد عمل نہیں دینا چاہئے؟ کیا چین میں مسلمانوں کو روزے جیسی اہم عبادت سے روکنے پر پوری "مسلم عالمی برادری" کو کوئی کردار ادا نہیں کرنا چاہئے؟ کیا مصر میں اسلام کے نام لیواؤں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے والے ظالم سیسی کو پوری "مسلم عالمی برادری" کی طرف سے جواب نہیں ملنا چاہئے؟ فیصلہ "مسلم عالمی برادری" کے ہاتھ میں ہے۔ اسے یہ فیصلہ جلد از جلد کرنا ہو گا کہ اپنی برادری کے مسائل کو حل کرنے کے لئے اسے "غیر مسلم عالمی برادری" سے مدد لینی ہے یا خود ہی ان کا حل تلاش کرنا ہو گا۔

●●●

بو برگڈال CIA کی قید میں

سعادت کامران

بو برگڈال وہ امریکی فوجی سارجنٹ جو پانچ سال قبل افغانستان کے صوبہ خوست میں شہید مولوی سنگین فاتح کے ایک آپریشنل گروپ کی ایک ماہرانہ کاروائی کے نتیجے میں اس وقت گرفتار ہوا جب وہ بیس سے نکل کر چہل قدمی کر رہا تھا۔

بو برگڈال امریکی فوجی سارجنٹ جس کے نام سے اب ہر شخص واقف ہے نے اپنے اور اپنے ساتھی فوجیوں کے افغانستان کے مظلوم عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم اپنی آنکھوں سے دیکھے، گرفتاری کے بعد پریشان تھے کہ شاید اب اسکی زندگی کا ایک کٹھن مرحلہ شروع ہو چکا ہے کیونکہ انہوں نے افغان قیدیوں پر افغانستان کے اندر پل چرخی، قندہار، بگرام اور افغانستان سے باہر گوانتاناموکے بدنام زمانہ عقوبت خانوں میں وہ مظالم ڈھائے جسکی مثال انسانیت کی تاریخ میں نہیں ملتی، اور امریکی صدور بش اور اوبامہ نے جنگی قیدیوں کی فہرست سے ان افغان قیدیوں کے نام اسی لئے نکال لئے تاکہ وہ انکے ساتھ جس طرح بھی غیر انسانی سلوک کرتے رہیں کر سکیں اور کوئی ان سے پوچھنے والا بھی نہ ہو۔

یہ وہ تمام خدشات تھے جس نے برگڈال کو حواس باختہ کر دیا تھا اور جن لوگوں نے اسے افغان سرزمین پر ایک لاحاصل جنگ لڑنے پر آمادہ کیا تھا انہوں نے بھی اس کے ذہن پر آزادی کی جنگ لڑنے والے طالبان مجاہدین کی خوفناک تصویر نقش کی تھی، اسی لئے وہ بہت زیادہ خوفزدہ تھا کہ اب وہ زندگی کے ایک مشکل ترین مرحلے سے گزرنے والا ہے، لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس نکلا وہ لوگ جو ان کے خلاف اپنے ملک کی آزادی کی جنگ اور ایک سچے اسلامی نظام کے نفاذ کی جدوجہد میں مصروف عمل تھے ان کی سوچ سے بالکل مختلف نکلے، یہ لوگ عدل و انصاف، محبت، انسانیت کے پیکر تھے اور سب ایک قانون کے پابند تھے یہاں ایک ایسے دین کی پیروی کی جاتی تھی جس میں فضیلت کا معیار صرف تقوٰی کو قرار دیا گیا، یہی وجہ تھی کہ برگداال نے پانچ سال کے عرصے میں وہ کچھ سیکھا جس کا دوسری جگہ سننا بھی ناممکن تھا چہ جائیکہ وہ اس سے متاثر ہو کر سیکھ جاتا۔

اس کے ساتھ مجاہدین کا رویہ ایک بہترین دوست کی طرح تھا اسے کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ ایک قیدی ہے کھانے پینے کے ساتھ ضروریات زندگی کی وہ تمام اشیاء اسے مہیا کی گئی جس کی اسے ضرورت تھی، اپنے آپ کی نسبت اسے زیادہ توجہ دیتے اسکے ساتھ مجلس میں شریک ہوتے، کھیلتے، نشانہ بازی کرتے اور اسکے آرام کا مکمل خیال رکھتے۔

امریکا جو اسلام کی روشنی اور مقبولیت سے خوفزدہ ہے اسے ڈر تھا کہ ایسا نہ ہو کہ برگڈال مسلمان ہو چکا ہو اور تبادلے کے موقع پر کچھ ایسا عمل نہ کر گذرے جو ان کی موت کا باعث بنے، یہی وجہ تھی کہ ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے سے پہلے اس کی مکمل جامہ تلاشی لی گئی جو بذات خود ان کا اپنے ساتھی پر بے اعتمادی کی دلیل ہے، اور قانونی نقطہ نظر سے بھی اس عمل کو فوجی کی تذلیل سمجھا جاتا ہے۔ اور جب دوران حراست اسکے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا گیا تو ضرور اسکے سوچ اور فکر میں تبدیلی آئی یعنی اور اگر کچھ ہی نہ ہو اتنا تو ضرور کہے گا کہ قید کے دوران طالبان کا رویہ انکے ساتھ بہت اچھا اور دوستانہ تھا، اور امریکا نہیں چاہتا کہ اپنے فوجی کی زبان سے طالبان کے حق میں کوئی خیر کا کلمہ سنے۔

اسی لئے اسے مریض ظاہر کر کے علاج کے بہانے امریکا سے باہر منتقل کر کے ایک چرچ میں ٹھہرایا گیا ہے جہاں پاپ اسکی برین واشنگ میں مصروف ہیں تاکہ یہ تمام باتیں اسکے ذہن سے نکل جائیں۔

لیکن ہمیں یقین ہے کہ امارت اسلامی کے مجاہدین کا پانچ سال کے دوران اپنے قیدی کے ساتھ حسن سلوک کے کارنامے کو نہ میڈیا مہم کے ذریعے دھندلایا جاسکے گا اور نہ ہی برگڈال پر پریشر کے ذریعے۔۔۔ انشاء اللہ

● ● ●

انجینئر ع-ق

ذرائع ابلاغ امریکی جنگ کا طاقت ور اسلحہ

میں ٹیکسی میں شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے کی جانب جارہا تھا ۔ ریڈیو پر کرزئی کا ہفتہ وارانہ بیان سننے میں آیا۔ کرزئی نے ذرائع ابلاغ کی کامیابی بیان کی اور اپنے 13 سالہ اقتدار کے دور میں اظہار رائے کی آزادی کو اپنی کامیابی قرار دیا۔ ایک معمر آدمی جو میرے برابر میں بیٹھا تھا فورا کہا: "پہلے لوگوں کی زبانوں پر تالے لگائے جاتے اور حکمرانوں کے کان کھلے رہتے۔ کرزئی نے نسبتا آسان راستہ اپنایا، اپنے اور کابینہ کے کان بند کر دیے اور لوگوں کی زبانیں کھول دیں۔"

افغانستان میں گذشتہ تیرہ سالہ دور میں ذرائع ابلاغ کی بے انتہا ترقی کے متعلق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو لوگوں سے خفیہ رکھی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سینکڑوں کی تعداد میں اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی چینلز سامنے آرہے ہیں اور امریکا اور ان کے حامیوں کی جانب سے انہیں مالی طور پر مستحکم کیا جارہا ہے ایسے حالات میں ان خفیہ باتوں کا سمجھنا ممکن نہیں مگر امریکا نے جہاں جہاں میڈیا کا غلط استعمال کر کے مفادات سمیٹے اس تاریخ پر ایک نظر دوڑائیں گے جسے "میڈیا استعمار" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس وقت جب روسی چاکروں کی حکومت تھی ۔ یہ لوگ روسی آقاوں کی ہدایات کے مطابق ہر مخالف آواز پر پابندی لگا رہے تھے اور کسی قسم کا "آزاد میڈیا" موجود نہیں تھا۔ یہ سلسلہ تنظیمی حکومتوں کے دور میں بھی رہا۔ گذشتہ چند عشروں سے امریکی جارح نے نئے نئے طریقوں سے اقوام اور ممالک کو اپنی زنجیر میں جکڑنا شروع کر دیا۔ جس کی مختلف شکلیں گذشتہ تیرہ سالوں میں افغانستان میں ہم نے دیکھیں۔

امریکا نے اقوام کی تسخیر کے لیے اسلحہ کے ساتھ ساتھ میڈیا کو بھی اسلحہ کے طور پر استعمال کیا۔ کسی بھی سرزمین پر قبضے سے قبل امریکا وہاں میڈیا بھیجتا ہے تاکہ "اظہار رائے کی آزادی، میڈیا کی آزادی اور جمہوریت" کے جھوٹے نعروں سے وہاں پر امریکی قبضے اور استعماریت کی راہ ہموار کی جاسکے۔ اور اپنے شیطانی مفادات کے حصول کے لیے ان کے سامنے یہ سب سے آسان راستہ ہے۔ چند عشروں سے یہ ان کا کامیاب تجربہ ہے کہ لوگوں کو ورغلانے اور برین واش کرنے کا بہترین ذریعہ میڈیا کا استعمال ہے۔ انہیں مقاصد کی تکمیل کے لیے یورپ نے 1950 میں "آزاد ریڈیو" کے نام سے ایک ریڈیو سٹیشن کھولا جو آج بھی "آزادی ریڈیو" کے نام سے درجنوں ممالک کی جانب سے ان کے مفادات کی خاطر ہمارے ملک میں کام کر رہا ہے۔

تاریخ میں پہلی بار 1991 میں امریکا نے خلیج کی پہلی جنگ میں سی این این ٹی وی کو جو اس وقت تک صرف ایک چینل تھا اور 24 گھنٹے اس کی نشریات جاری رہتی تھیں اسے دنیا پر قبضے کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ جدید ٹیکنالوجی اور سیٹلائٹ کا استعمال کر کے امریکا نے عراق جنگ سے فلٹر شدہ اور ان کی سیاست سے ہم آہنگ خبریں نشر کر کے امریکا نے وہاں کے عام ذہنوں پر "بمباریاں" کیں ۔ ایریک مارگولس نے 21 اکتوبر 2001 کو "ٹورنٹو سٹار" میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں لکھا: "واشنگٹن کی پالیسی یہ تھی کہ 1991 میں خلیج جنگ میں جو کامیابی عراق کے خلاف خبروں کے انحصار اور سنسر شپ اور یک طرفہ رپورٹنگ کے ذریعہ ہمیں حاصل ہوئی افغانستان میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے۔ آج تک ان عراقیوں کی تعداد ایک راز ہے جو امریکی بمباریوں میں مر گئے تھے"۔

تعلقات کے اس دور میں جب ذرائع ابلاغ نے یہ حیثیت اختیار کر لی ہے کہ بلا اجازت لوگوں کے گھروں میں گھس جاتا ہے۔ ان کے دماغوں اور اذہان کے گرد پہرہ دیتا ہے اور غیر ارادی طور پر ان کے افکار اور نظریات میں اپنی مرضی سے تبدیلیاں لاتا ہے ۔ ٹی وی خبروں کا ماہر ایک امریکی رائٹر شیورٹز "میڈیا دوسرا خدا" میں لکھتا ہے: "خدا کی طرح میڈیا بھی لوگوں کی توجہ ایک واقعے کی جانب ہم آہنگ موقف کے ساتھ پھیر سکتا ہے۔ جنگ کا

رخ بدل سکتا ہے، ایک صدر یا بادشاہ کو گرا سکتا ہے، ایک ذلیل اور کم تر آدمی کو اوپر اٹھا سکتا ہے اور ایک صاحب عزت اور قابل فخر آدمی کو ذلیل کر کے دکھا سکتا ہے۔"

گراف بتاتا ہے کہ 1983 میں امریکا میں 50 سے زیادہ کمپنیاں ذرائع ابلاغ کی مالک تھیں 2004 میں یہ تعداد 6 کمپنیوں تک پہنچ گئی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذرائع ابلاغ منحصر ہو کر رہ گئیں۔ امریکا کے ظاہری "آزاد" میڈیا میں جھوٹ، دکھلاوا، سنسر شپ اور دھوکا دہی یہ سب کچھ نئے اور سسٹمیٹک طریقے سے کیا جاتا ہے۔ پروفیسر نور من سالمین اور ریس ارلچ اپنی کتاب "عراق حملہ: وہ حقائق جو میڈیا نہ بتا سکا" میں ایک صحافی کے واسطے سے جو حکومتی سنسر شپ سے تنگ آگیا تھا لکھتا ہے: "ہر بار جب میں ارادہ کرتا ہوں کہ عراقی عوام پر پابندیوں کے ہلاکت خیز اثرات کے متعلق رپورٹ تیار کروں تو بڑے کہتے ہیں کہ یہ باتیں پرانی ہو چکی ہیں، حالانکہ کئی کئی بار عراقی حکام کے مظالم کی رپورٹیں نشر کی جا چکی ہیں اور یہ موضوع پرانا نہیں ہوتا"۔

ہیلن ٹامس یونائیٹڈ پریس انٹرنیشنل کا معروف صحافی تھا۔ جو کئی عشروں تک وہائٹ ہاؤس کی خبریں بیان کرتا رہا، 2002 میں عراق کے خلاف جنگ میں شامل ہو گیا۔ ایم، آئی، ٹی یونیورسٹی میں اپنے ایک خطاب میں اس نے اعتراف کیا کہ "میں نے 50 سالوں سے خود پر سنسر شپ لگا رکھی ہے"۔

امریکا جو خود کو "آزادی کا گہوارہ" کہتا ہے اب ایسا ملک بن چکا ہے جو سو ارب پتیوں کے قبضے میں ہے اور دیگر ممالک کو تباہی کی مشینیں بر آمد کرتا ہے۔

کینیا ڈی المیڈا(Kanya D'Almeida) 21 جنوری 2012 کو انٹرنیشنل پریس سروس میں لکھتا ہے: وہ ملک جہاں 1787 میں آئین نے ضمانت دی تھی کہ وہ عوام کی جانب سے عوام کے لیے ہو گا وہاں سو سرمایہ داروں نے جمہوریت کی تمام بنیادیں چوری کر ڈالیں۔

جنگ مخالف ملینوں لوگوں کی تحریکیں، "وال سٹریٹ تحریک"، گلوبلائزیشن کے خلاف بڑے بڑے مظاہرے جس نے دن بدن بڑے بڑے شہروں کو میدان جنگ میں بدل دیا ان کے متعلق مغربی میڈیا میں کوئی خبر نہیں آتی۔ اور اگر کوئی خبر نشر کی جاتی ہے تو بھی ان مظاہرین کو بلوائی کہا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ ان تحریکوں کو بے حیثیت ظاہر کیا جائے۔

معروف امریکی مفکر پروفیسر نوم چومسکی نے میڈیا پروپیگنڈے کے حوالے سے گہرا تجزیہ کیا ہے۔ "معاشرتی میڈیا کے ذریعے لوگوں کو مسخر کرنے کے دس طریقے" کے عنوان سے لکھے گئے مضمون میں ایک اصول جس پر افغانستان میں ہو بہو عمل کیا جاتا ہے، اس انداز میں تشریح کی جاتی ہے۔

"معاشروں کی رہنمائی کا اصل عنصر لوگوں کی توجہ بنیادی پریشانیوں اور سیاسی واقتصادی مسائل سے معمولی اور غیر ضروری مسائل کی جانب پھیرنا ہے۔ لوگوں کی توجہ دوسری جانب مبذول کرانا اس لیے زیادہ ضروری ہے تاکہ شہری علوم، اقتصادیات، نفسیاتی علوم، بیورو بیالوجی اور سائبرنیٹ کے متعلق معلومات حاصل کر سکیں"۔

امریکا اور دیگر بڑے ممالک میں ذرائع ابلاغ کے مالکان وہ لوگ ہیں جنہوں نے اقتصادی شہ رگوں کو اپنے پنجوں میں پکڑا ہے۔ اور امریکا کے ان کمپنیوں کے مالک ہیں جن پر امریکی معیشت کا انحصار ہے۔ اسلحہ سازی کے کارخانے ان کی ملکیت ہیں۔ یہ لوگ سرمایہ، جدید ذرائع اور سیٹلائٹ وسائل کا استعمال کر کے دنیا بھر کے حالات کو جنگجو ممالک کے مفادات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کمزور ممالک میں معلومات کے لین دین کے متعلق انہیں پورے اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

امریکی تجزیہ کار نور من سالومن نے اپنی کتاب "تم نے ہمیشہ جھوٹ بولا" میں چھ امریکی ذرائع ابلاغ کمپنیوں پر تحقیق کی۔ جنہوں نے بہت سی معلومات پر انحصاری انداز میں قبضہ کیا ہوا ہے۔ ان چھ بڑی کمپنیوں نے عام لوگوں کی سوچوں پر قبضہ جمایا ہوا ہے اور اپنے مالی مفادات کی جانب انہیں پھیرا جاتا ہے۔ عالمی صدی میں یہ ذرائع ابلاغ صرف امریکا تک محدود نہیں رہے بلکہ ساری دنیا کے خبروں کے متعلق لین دین کرتی اور دخل اندازی کرتی ہیں۔

ان چھ بڑی طاقتور کمپنیوں میں سے ایک "نیوز کارپوریشن" ہے جو رابرٹ مرڈیک کے ہاتھ میں ہے۔ اسے میڈیا کا سلطان کہا جاتا ہے۔ یہ کمپنی پوری دنیا میں بہت سے ٹی وی، ریڈیو چینلز اور اخبارات اور میگزینوں کا مالک ہے۔ یہ میڈیا استعمار بہت سی معلومات کا تنہا مالک ہوتا ہے جو لوگوں کے ذہنوں میں وہ چیزیں فٹ کرتا ہے جو جارحیت پسند ممالک اور بڑی کمپنیوں کے مفادات میں ہو۔

سعید محسن موبی گروپ جو افغانستان میں "طلوع"، "طلوع نیوز"، "لمر" ٹی وی چینلز اور "ارکوزیا"، "آرمان شہر" اور دیگر ریڈیوز کا مالک ہے اور 50 فیصد سے زیادہ ناظرین کو اپنی جانب کھینچ رکھا ہے اسی "نیوز کارپوریشن" سے قریبی تعلق رکھتا ہے۔ کہا جاتا ہے رابرٹ مرڈیک موبی گروپ میں 30 فیصد شیئرز کا مالک ہے۔ اسی لیے دیگر چینلز کی بنسبت "طلوع" زیادہ امریکی پروپیگنڈے کا ذریعہ بن گیا ہے۔ اور یو ایس ایڈ کی جانب سے ملینوں ڈالر کا تعاون انہیں دیا جاتا ہے۔ دنیا میں امریکا کے صف اول کی میڈیا کی طرح "طلوع" بھی ترتیب شدہ پالیسی کے مطابق لوگوں کی توجہ ایسی ترجیحات کی جانب مبذول کراتا ہے جو امریکی جارحیت پسندوں کے مفاد میں ہو۔

ذرائع ابلاغ مالکان عام لوگوں کی ذہنی سطح اور ترجیحات کا اندازہ لگاتے ہیں اور

اس حوالے سے وسیع تحقیقات کرتے ہیں۔ اس طرح سے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے گہری منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ کورٹ لیوین جو اصلاً جرمن ہیں ایک امریکی تھیوریسٹ ہیں اور سی آئی اے کی خدمت میں ہیں وہ "وقت اور اخلاق کی امتحان گاہ" نامی ایک کتاب میں عوام اور قیادت کے حوصلوں کو پست رکھنے کے حوالے سے اس انداز میں رہنمائی کرتا ہے:

"خوف کی سٹراٹیجی کے ذریعے قومی حوصلوں کو پست کرنے کا ایک طریقہ اس تیکنیک کا استعمال ہے کہ انسان کو ہمیشہ بے چین، اپنے مستقبل اور مستقبل میں آنے والے حالات کے متعلق انتہائی بے اعتماد حالت میں رکھا جائے۔ اس کے علاوہ کارکردگی میں کچھ روشن امید اور اچھے نتائج کی ضمانت ایک دوسرے سے لپیٹ کر بیان کیے جائیں، متضاد خبریں آئندہ حالات کی بنیادیں کھوکھلی کر دیتا ہے۔ ایسے حالات میں انسان کی گرفت اپنی سوچ پر ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ ایسے حالات میں اگر کسی کے پاس اپنی واضح پالیسی ہو اور وہ اس کے لیے جان سے گذرنے کو بھی تیار ہو پھر بھی وہ آگے نہیں بڑھ سکتا"۔

کورٹ لیون کی یہ تھیوری امریکی اور ان کے کٹھ پتلی ذرائع ابلاغ کی جانب سے پورے اہتمام سے استعمال کی جاتی ہے۔ لوگوں کو "بے چین اور بے اعتماد حالت میں" رکھنا، "مستقبل کا خوف" اور ۔۔۔۔۔۔۔ میڈیا کے ذریعے چند کرائے کے "ماہر امور" اور "تجزیہ کاروں" کی جانب سے الٹے سیدھے انداز میں اور زمینی حقائق سے دور تجزیے کر کے امریکی مفادات کے لیے راہ ہموار کرنے کا سلسلہ پوری تیزی سے جاری ہے۔

افغانستان میں ٹی وی چینلز نے حقائق سے زبانیں بند کرلی ہیں تاکہ لوگ بہرے رہ جائیں۔ تجزیہ بتاتا ہے کہ امریکی شہری عالمی سطح پر عالمی مسائل کے حوالے سے بہت کم جانتے ہیں۔ وہاں کے ذرائع ابلاغ لوگوں کی توجہ کم حیثیت اور تفریحی پروگراموں کی جانب مبذول کراتے ہیں۔ دنیا کے پیچیدہ مسائل سے متعلق انہیں معلومات نہیں دی جاتیں۔ ایسا ملک جہاں لوگوں کے افکار اور سوچیں تجارتی میڈیا کے قبضے میں ہوں وہاں معاشرتی واقعات پر تحقیق کرنے اور اس کے لیے وقت نکالنے کی فرصت کس کو ہوتی ہے۔ انہیں بہت آسانی سے دھوکا دیا جاتا ہے اور اپنی مرضی سے انہیں استعمال کیا جاتا ہے۔ ولیام ج، لدرر اپنے ملک کے لوگوں کی بے خبری کے متعلق اپنی کتاب "بھیڑوں کی قوم" میں تحقیق و تجزیہ پیش کیا ہے۔

امریکی حکومت خبر کمپنیوں اور اخبارات کے کارکنوں کو جاسوسوں کی حیثیت سے استعمال کرتا ہے۔ کارل برنسٹین واشنگٹن پوسٹ کا رائٹر ہے جس نے پولیٹزر انعام بھی حاصل کیا ہے سی آئی اے کی جانب سے صحافیوں کو جاسوس کی حیثیت سے استعمال کرنے کے متعلق 1977 میں کی گئی اپنی تحقیق کے آخر میں عنوان "سی آئی اے اور میڈیا" کے تحت لکھتے ہیں:

"صحافیوں کا غلط استعمال کیا جارہا تھا تاکہ خارجیوں کو جاسوسوں کی طرح کام پر لگایا جائے، معلومات حاصل کیے جائیں اور جھوٹے معلومات کے ذریعے خارجیوں میں غلط فہمیاں پیدا کی جائیں۔ ان صحافیوں نے خفیہ طور پر سی آئی اے کے ساتھ معاہدے کیے اور وعدہ کیا کہ کبھی بھی اس لین کے متعلق دنیا کو نہیں بتائیں گے"۔

وہ ملک جہاں خبریں تجارت بن جائیں۔ جھوٹ اور منافقت میڈیا پر غالب ہو کیسے ممکن ہے کہ وہ دوسرے ملک میں آزاد میڈیا اور اظہار رائے کی آزادی کو ترویج دے۔ کرزئی جیسے اپنی تیرہ سالہ دور کی سب سے بڑی کامیابی بتاتا ہے در حقیقت امریکا کی کامیابی تھی کہ اس نے عام لوگوں کی سوچ پر قبضہ کر دیا۔ انہیں جاہل، کاہل، کٹھ پتلی اور امریکا کو پسند مخلوق بنادیا۔ امریکا نے ہمارے ملک میں کرڑوں ڈالر میڈیا پروپیگنڈے پر لگائے ہیں اور ٹی وی اور ریڈیو چینلز کو کام پر لگایا ہے تاکہ لوگوں کی سوچ اور ان کے حوصلوں کو اپنے قبضہ میں رکھتے ہوئے انہیں اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرسکیں

افغانستان میں گذشتہ سالوں میں نظام اور ملک شخصیات کی ذاتی ملکیت بننے لگا تھا اب کوشش کی جارہی ہے کہ قانون بھی آہستہ آہستہ شخصی ہو جائے۔ یہ بات اس لیے ہم نے کہی کہ عبداللہ عبداللہ کی جانب سے فون کال کی ریکارڈنگ نکالنے کی خبر آپ نے میڈیا پر پڑھی اور سنی ہوگی۔

آئین میں کسی کی فون کال ایک محفوظ اور خفیہ چیز جس کا سننا یا ریکارڈ کرکے نکالنا غیر آئینی ہے۔ مگر عبداللہ عبداللہ یہ فون ریکارڈنگ باہر لانے میں اور ساری دنیا کو سنانے میں کامیاب ہوگیا۔ عبداللہ کی یہ حرکت ظاہر کرتی ہے کہ موجودہ نیشنل آرمی، پولیس اور تمام حفاظتی ادارے صرف ایک ہی ادارے کی خدمت میں سرگرم ہیں۔

معمول کے مطابق دنیا میں قانونی نظام اور قانون اس لیے بنایا جاتا ہے تاکہ ایک معاشرے کے اشخاص اور مطالبات کے درمیان تصادم نہ آئے۔ قانون بناتے وقت تمام طبقات کی ضرورتوں اور مصلحتوں کا خیال رکھا جاتا ہے اس لیے قانون زیادہ باعزت اور اہم ہے کہ اس میں ایک معاشرے کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہوتا ہے۔ قانونی امور کے طور پر کچھ چیزوں کے ہونے اور کچھ کے نہ ہونے کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور لوگ بھی سمجھتے ہیں کہ اس ہونے اور نہ ہونے کے احکامات پر عمل کیا جائے اور روزمرہ زندگی میں اس پر خصوصی توجہ دی جائے۔

جارحیت پسندوں کی گرفتاری ایک تیکنیک

شاہد غزنیوال

2001 میں امریکی جارحیت کے بعد امریکا کے فوجی کمانڈر اپنی افواج سے کہا کرتے کہ افغانستان میں دہشت گردوں [طالبان] سے زندگی کے آخری سانسوں تک لڑو۔ جنگ کے دوران نہ جنگ سے منہ موڑنا اور نہ ان دہشت گردوں کے سامنے ہتھیار ڈالنا۔ کیوں کہ اگر ان کے سامنے ہتھیار ڈال بھی دو تو یہ لوگ تمھیں قتل کر دیں گے۔ اور اگر طالبان تمھیں چھوڑ بھی دیں تو پینٹاگون کسی صورت بھی اس بات پر تیار نہیں ہو گا کہ تمہاری آزادی اور تبادلے کے لیے دہشت گردوں سے بات چیت کرے۔ اسی طرح امریکی فوجی اپنے سرچ آپریشن کے دوران طالبان کو گرفتار کرتے اور ان سے ہر طرح کے انسانی حقوق کے قوانین اور جنگی قیدیوں کے متعلق جنیوا کنونشن کے اصولوں کے برخلاف معاملہ روا رکھتے۔

امریکیوں نے ان گرفتار ہونے والے قیدیوں کے لیے افغانستان سے لاکھوں میل دور کیوبا کے گوانتانامو کے جزیرے میں وحشیانہ جیل بنایا۔ امریکیوں نے یہ جیل امریکا سے باہر کیوبا کے ایک جزیرے میں اس لیے بنایا کہ وہ لوگ چاہتے تھے کہ اس جیل میں قید طالبان قیدیوں سے وہ غیر انسانی سلوک کیا جائے جس کی اجازت امریکی سرزمین پر ان کے اپنے بنائے ہوئے قوانین بھی نہیں دیتے۔

جنوری 2002 میں جب امریکیوں نے قیدیوں کی پہلی کھیپ گوانتاناموپہنچائی تو ان سے انتہائی وحشیانہ سلوک کیا۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل، انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ، عالمی ریڈ کراس کمیٹی اور دیگر بہت سے انسانی حقوق کا دفاع کرنے والے اداروں نے امریکیوں کی جانب سے قیدیوں کے ساتھ اس غیر انسانی سلوک پر تنقید کی۔ مگر امریکی وزیر دفاع ڈونلڈ رمز فیلڈ نے بذات خود اس کا جواب دیا۔ کہ یہ قیدی غیر قانونی قیدی ہیں۔ ان کے ساتھ ہم جو بھی کریں وہ قانونی مواخذے میں نہیں آتا۔ کیوں کہ جو اصول اور قوانین جنیوا کنونشن میں جنگی قیدیوں کے حوالے سے طے کیے گئے تھے وہ قانونی جنگی قیدیوں کے لیے تھے قانونی جنگی قیدی وہ ہیں جو کسی ملک کی باقاعدہ فوج کا حصہ ہوں نہ کہ غیر قانونی جنگی گروپوں کے جنگجو۔

بہر حال! افغانستان پر امریکی جارحیت کے آغاز کے بعد جنگ کی کیفیت اور تیکنیکوں میں گہری تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔ امارت اسلامیہ کے کئی فوجی رہنما شمالی افغانستان میں دشمن کی غداری اور سازش سے ان کی قید میں چلے گئے۔ کئی رہنما امریکی بی 52 طیاروں کی وحشیانہ بمباریوں میں شہید ہو گئے۔ ان کی رہنمائی اور قیادت کا مرکز دشمن کی جارحیت سے ختم ہو گیا۔

مجاہدین نے ایک نئی جہادی صف بندی اور جدت کے طور پر تدریجاً امریکی جارحیت پسندوں کے خلاف ایسی مزاحمت کا آغاز کیا کہ جس سے وہ خود کو بھی اور اپنے علاقوں کو بھی دشمن کی جارحیت سے اور بمباری سے محفوظ رکھ سکتے۔

یہی وجہ تھی کہ مجاہدین کی یہ تدریجی مزاحمت ایک کامیاب اور فاتح تحریک کی شکل اختیار کر گئی اور بہت موثر طریقے سے دشمن کے وحشیانہ یلغار کا راستہ روکھا۔ مجاہدین نے میدان جنگ میں جارحیت پسند صلیبیوں کے خلاف نئی عسکری تیکنیکوں میں ایک نئی تیکنیک فدائی حملوں کا انتہائی کامیاب تیکنیک استعمال جس نے دشمن کو شدید گھبراہٹ اور شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ امریکی جارحیت سے قبل افغانستان میں فدائی حملوں کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ فدائی حملوں کے ساتھ مجاہدین نے بیرونی جارحیت پسندوں کے خلاف ایک اور ایسی موثر تیکنیک کا استعمال کیا جس کے ذریعے دشمن کو عسکری، سیاسی اور پروپیگنڈے سمیت ہر میدان میں دباؤ اور شکست سے دوچار کر دیا۔ یہ موثر

تیکنیک میدان جنگ میں بیرونی جارحیت پسندوں، ان کے جاسوسوں اور ان کے مبلغین کی زندہ گرفتاری اور یرغمال کرنا ہے۔

اس اقدام پر مجاہدین اس لیے مجبور ہوئے کیوں کہ وہ چاہتے تھے کہ عسکری اور پروپیگنڈے کے میدان میں بھی دشمن پر اپنی برتری ثابت کریں۔ اور دشمن کو اس بات پر مجبور کردیں کہ وہ ان کی قانونی حیثیت اور موجودیت کا اعتراف کریں۔

مجاہدین نے اس تیکنیک کا استعمال پہلی بار جنوب مغربی خطے زون میں اس وقت کیا جب اپنے جاسوسی سسٹم کے ذریعے انہیں معلوم ہوا کہ دانیال ماسٹروجیاکومو نامی اٹلی کا ایک بہت ماہر جاسوس مجاہدین کے جنگی اقدامات کا پتہ لگانے کے لیے ایک صحافی کی شکل میں علاقے میں داخل ہوا۔ مجاہدین نے اس جاسوس کو زندہ گرفتار کرکے محفوظ ٹھکانے پر منتقل کرلیا۔

مجاہدین کو اس سے پہلے ہی ان کی کارروائیوں کے حوالے سے علم تھا اس لیے مجاہدین نے اس کے بدلے اپنے 5 اہم رہنما آزاد کروائے۔

4000 اطالوی فوجی افغانستان میں امریکیوں کے شانہ بشانہ مجاہدین کے خلاف فوجی کارروائیوں میں معروف تھے۔ اپنے قیدی جاسوس کی رہائی کے بدلے طالبان کے 5 قیدیوں کے تبادلے کا معاملہ فوراً مان لیا گیا اس لیے مارچ 2007 کے مہینے میں طالبان اور اطالوی فوجیوں کے درمیان تاریخی تبادلہ ہلمند ضلع ہزار جفت میں تکمیل پایا۔

اس کامیاب تبادلے کے بعد مجاہدین نے اور بھی ملک کے کونے کونے میں خارجی فوجیوں اور جاسوسوں کا شکار کرنا شروع کردیا۔

کیوں کہ اطالوی فوجیوں کے ساتھ ان کا پہلا تبادلہ بہت کامیاب اور میڈیا پروپیگنڈے کے حوالے سے بہت مفید رہا تھا۔ اسی لیے اس تبادلے کے تین ماہ بعد غزنی ضلع قرہ باغ میں جنوبی کوریا کے 25 مسیحی مبلغین کو زندہ گرفتار کرلیا۔

یہ عیسائی مبلغین جن کی اکثریت خواتین پر مشتمل تھی جنوبی کوریا کے کلیساوں نے انہیں افغانستان میں تحریف شدہ مسیحی دین کی ترویج کے لیے بھیجا تھا۔ یہ مبلغین غزنی سے قبل مزار شریف اور بامیان کے دورے بھی کرچکے تھے۔

غزنی ضلع قرہ باغ کے مجاہدین نے اپنے انٹیلی جنس ذرائع سے ان مبلغین کے حرکات وسکنات کی نگرانی کی اور ایک مناسب موقع پر قرہ باغ میں کابل قندھار شاہراہ پر تلاشی کے دوران ان کو ان کی گاڑی سمیت محفوظ ٹھکانے پر منتقل کردیا۔

اس بار جنوبی کوریا افغانستان میں امریکیوں کے شانہ بشانہ مسلح فوج کی موجودگی پر مجبور ہوگیا تاکہ اپنے شہریوں کی حفاظت اور ان کی رہائی کے لیے طالبان سے معاملہ کریں۔

اس بار طالبان نے ان کے قیدیوں کی رہائی کے بدلے جنوبی کوریا سے مطالبہ کیا کہ اپنی ساری فوجی قوت سمیت افغانستان سے نکل جائیں۔ اور اس حوالے سے امارت اسلامیہ سے باقاعدہ تحریری عہدنامہ تحریر کیا جائے۔

اسی لیے جنوبی کوریا کے صدر نے امارت اسلامیہ کا یہ مطالبہ تسلیم کرتے ہوئے امارت اسلامیہ سے باقاعدہ معاہدہ نامہ تحریر کرنے کے لیے اپنا وزیر خارجہ افغانستان بھیج دیا۔

تب 25 جولائی 2007 بروز بدھ عالمی ریڈ کراس کی ثالثی میں صوبہ غزنی کے مرکز میں امارت اسلامیہ اور جنوبی کوریا وفد کے درمیان معاہدے پر دستخط کیے گئے۔ جس میں تقریباً سبھی عالمی میڈیا اداروں کے نمائندوں نے شرکت کی جس کے نتیجے میں 23 مسیحی مبلغین ان کے حوالے کیے گئے۔

امارت اسلامیہ اور جنوبی کوریا کے درمیان یہ باقاعدہ تحریری معاہدہ میڈیا کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے لیے بہت موثر ثابت ہوا اور مجاہدین کو مزید اس بات کا حوصلہ ملا کہ ملک کے ہر حصے میں اس کامیاب تیکنیک کا استعمال کیا جائے اور جہاں بھی انہیں موقع ملے دشمن کے افراد اور ان کے جاسوسوں کو زندہ گرفتار کریں۔

اسی لیے مجاہدین نے اس بار پکتیکا میں باو برگڈل (Bowe Robert Bergdahl) نامی ایک مسلح امریکی فوجی کو اپنے کیمپ کے سامنے سے زندہ گرفتار کرلیا اور اپنے ساتھ محفوظ مقام پر منتقل کرلیا۔ یہ واقعہ 30 جون 2009 کو پکتیکا ضلع یوسف خیل کے علاقے میں پیش آیا۔ باو برگڈل 28 مارچ 1986 ریاست ہائے متحدہ امریکا کے شہر ایدھیوا میں پیدا ہوا۔ امریکی فوج میں ان کا تعلق 501 یونٹ کے چوتھے بریگیڈ سے تھا جو امریکی ریاست فورٹ ریچرڈسن میں رہتا تھا۔

اس فوجی کی اسارت کا واقعہ امریکا کی فوجی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ تھا۔ اس واقعہ سے امریکا کا سارا عالمی دباو اور عسکری طنطنہ افغانوں کے ہاتھوں خاک میں مل گیا۔

اس بار مجاہدین کو زندہ پکڑے جانے والے شکار میں سب سے اہم شکار ہاتھ آیا تھا جس نے امریکا اور ناٹو کی ساری عسکری قوت کو چیلنج کر دیا۔ جنگ میں طالبان کے ہاتھوں امریکی فوجی کی گرفتاری چونکہ ایک انتہائی شرمناک اقدام تھا اس لیے اس بے عزتی سے بچنے کے لیے امریکا نے اپنی ساری عسکری، انٹیلی جنس اور مالیاتی کوششیں اس فوجی کی بازیابی پر لگادیں۔ مگر الحمدللہ مجاہدین کی مضبوط تدابیر کی وجہ سے یہ ساری کوششیں رائیگاں چلی گئیں اور مجاہدین نے پورے پانچ سال تک اس قیمتی شکار کو اپنے پاس محفوظ رکھا۔

اس فوجی کی گرفتاری سے پہلے اور اس کے بعد بھی فرانس، ترکی، روس، قازقستان، کینیڈا، جاپان اور کچھ دیگر ممالک کے شہری بھی مجاہدین کے ہاتھوں اسیر ہوئے۔ جنہیں ان کی ذمہ داریوں اور پیشہ ورانہ امور کے متعلق معلومات کے بعد متعلقہ ممالک کے ساتھ معاملہ طے پانے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ مگر اسیر کی رہائی کے متعلق امارت اسلامیہ نے واضح طور پر وہ شرائط امریکیوں کے سامنے رکھے جس وہ کلی طور پر انکار کرتے رہے۔

جب امریکیوں کو عسکری اور انٹیلی جنس ذرائع سے طالبان کے ہاتھوں سے اپنے اسیر فوجی کی رہائی سے مایوسی ہوئی تو عالمی ثالثیوں کے ذریعے سفارتی کوششوں کا آغاز کر دیا۔

ان سفارتی کوششوں کے بعد وہائٹ ہاوس اس بات پر مجبور ہو گیا کہ طالبان کے لیے قطر میں اس ملک کے حکام کی وساطت سے سیاسی دفتر کھولا جائے۔ اس دفتر کے کھولنے میں جانبین کے درمیان بنیادی نکتہ قیدیوں کے تبادلے کا تھا۔

امارت اسلامیہ کے نمائندوں نے امریکیوں سے ان کے اسیر فوجی کی رہائی کے بدلے گوانتانامو سے اپنے 5 اہم رہنماوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ مگر امریکا نے تین سال تک امارت اسلامیہ کے نمائندوں کا یہ مطالبہ ٹالے رکھا۔ وہ اس بات پر تیار نہیں ہو رہے تھے کہ مزید کسی شرط اور قید کے بغیر ایک قیدی کے بدلے 5 رہنماوں کو آزادی دلائی جائے۔ مگر جب اس حوالے سے انہیں اندازہ ہو گیا کہ امارت اسلامیہ کے موقف میں کوئی تبدیلی نہیں آنے والی اس لیے مجبوراً انہیں مجاہدین کے اس سخت مطالبے کو تسلیم کرنا پڑا۔ یہ مطالبہ اس لیے ان کے لیے زیادہ سخت تھا کہ اس سے ان کے پرانے دعووں اور باتوں کی مخالفت ہو رہی تھی کہ جب وہ اپنے فوجیوں سے کہتے تھے کہ ہم تمہاری رہائی کے بدلے ان دہشتگردوں (طالبان) سے کسی صورت کوئی لین دین نہیں کریں گے۔

اس طرح اس معاملے سے امریکی اپنے اس دعوے سے بھی دستبردار ہو گئے کہ جس میں مجاہدین کو غیر قانونی جنگجو قرار دے رہے تھے۔ اور ان کے ساتھ جنگی اسیروں کی بجائے انتہائی وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ اسی لیے امارت اسلامیہ اور امریکا کے درمیان قطر کی ثالثی میں قیدیوں کے تبادلے کا یہ تاریخی معاملہ 31 مئی 2014 کو طے پایا۔ جس میں پکتیا میں گرفتار کیے گئے امریکی فوجی کو خوست میں ان کے سہمے ہوئے خوف زدہ فوجیوں کے حوالے کیا گیا جب امارت اسلامیہ کے 5 اہم بلند رتبہ رہنماوں کو گوانتانامو جیل سے نکال کر قطر کے نمائندوں کے حوالے کیا گیا۔

نتیجہ:

امارت اسلامیہ اور مغرور امریکیوں کے درمیان تبادلے کے اس تاریخی واقعے کے بعد افغانستان میں جنگی قوت اور جنگی ضرورت کے توازن میں بڑی تبدیلی رونما ہوئی۔ امریکا کی وہ مسلح فوج جو ہر طرح کے وسائل اور سامان سے مسلح ہے اور جسے پہلے نمبر کی قوت سمجھا جاتا ہے۔ امارت اسلامیہ کے باایمان فوج کے مقابلے میں انہیں سر جھکانا پڑا۔ اور بہت شرمندگی اور رسوائی سے پکڑے گئے اسیر فوجی کے بدلے 5 رہنماوں کو رہا کرنا پڑا۔ اس اہم تاریخی تبادلے کے ذریعے امریکی یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ امارت اسلامیہ ایک غیر قانونی جنگ جو گروپ نہیں بلکہ ایک بھرپور سیاسی فریق اور تحریک اور قابض فوجی قوت کا نام ہے۔ اور وہ مجبور ہو گئے کہ ان کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھ جائیں۔

اس تاریخی تبادلے نے دیگر خصوصیات کے علاوہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کو یہ مورال عطا کر دیا کہ وہ اور بھی امریکیوں اور ان کے اتحادیوں کے فوجیوں کو زندہ گرفتار کریں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک تمام بیرونی فوجی مکمل طور پر نکل جائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مجاہدین کو اس موثر ٹیکنیک کو اور بھی موثر طریقے سے استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

★★★

عبدالقادر سیف

کونسی عالمی برادری؟؟؟

غلط فہمیاں اور مغالطے بعض اوقات جڑ پکڑ لیتے ہیں، پھر اصل حقیقت سات پردوں کے پیچھے ایسی چھپ جاتی ہے یا چھپادی جاتی ہے کہ عام حالات میں ان تک رسائی حاصل کرنے کی سعی وکاوش کا خیال بھی بہت کم ذہنوں میں آتا ہے۔

اب ہمارے اس عنوان "عالمی برادری" کو ہی لے لیجئے، کس قدر جاذب اور دلکش ہے، یہ بظاہر ایک انتہائی شیریں اور پُر اثر لفظ ہے جس کو سنتے ہی یہ غلط فہمی ہو جاتی ہے کہ اس عالم رنگ وبو میں ایک ایسی عالمی برادری کا بھی وجود ہے جو پوری دنیا کے ہر ہر فرد سے برادرانہ تعلقات کو نبھاتی ہوگی، اور ہر ایک کی خیر خواہ اور خیر اندیش ہوگی، اس کے رشتے کی بنیاد صرف اور صرف عالم انسانی سے تعلق ہوگا۔ لیکن یہ محض ایک غلط فہمی ہی ہے کیونکہ اس عالم انسانی میں ہونے والے روز مرہ کے مشاہدے اس کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ عالم انسانی نے ماضی قریب میں یہ مشاہدہ کیا کہ جس عالمی برادری، عالمی برادری کا راگ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے الاپا جارہا ہے اس نے اپنے آپ کو "غیر مسلم عالمی برادری" تو ضرور ثابت کیا ہے، خالص "عالمی برادری" ہرگز نہیں۔

اگر یوں کہا جائے کہ دنیا میں کسی "خالص عالمی برادری" کا کوئی وجود نہیں تو یہ غلط نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ دنیا میں "مسلم عالمی برادری" اور "غیر مسلم عالمی برادری" کا وجود ضرور ہے۔ پس دنیا کے کسی کونے میں رہنے والا غیر مسلم، چاہے وہ مشرک ہو، ملحد ہو، زندیق ہو، مرتد ہو، دہریہ ہو........ وہ "غیر مسلم عالمی برادری" کا حصہ ہے۔ اور دنیا کے کسی کونے میں رہنے والا مسلمان ہو، چاہے وہ افریقہ میں ہو، امریکہ میں ہو، ایشیا میں ہو، یورپ میں ہو یا آسٹریلیا میں ہو، وہ "مسلم عالمی برادری" کا حصہ ہے۔

شاید یہ باتیں کسی کے لئے ناگوار ہوں اور کسی نے ان باتوں کو ناگوار قرار دینے کا ٹھیکہ لے رکھا ہو، لیکن یہ حقیقت ہیں اور تجربہ ان کا شاہد ہے۔ پھر "مسلم" اور "غیر مسلم" کی یہ تقسیم ایک الٰہی تقسیم ہے جس کو کوئی ختم کرنا بھی چاہے تو ممکن نہیں۔ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں صاف صاف فرما دیا ہے: ھوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن۔ ترجمہ: اسی ذات باری تعالی نے تمہیں پیدا کیا، پس تم میں سے ایک گروہ کافر (غیر مسلم) اور ایک گروہ مومن (مسلم) ہے۔

اس عالم اور کائنات کے خالق نے تمام بنی نوع انسان کی دو قسمیں ذکر فرمائی ہیں، اور ان کے تذکرے میں کسی زمان ومکان کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔ ہر زمانے میں اس دنیا میں دو ہی قسم کے انسان پائے گئے ہیں اور پائے جاتے رہیں گے ایک غیر مسلم اور دوسرے مسلم۔ پس اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ مسلم اور غیر مسلم مل کر ایک ہو جائیں۔ جب اس تقسیم کا الٰہی تقسیم ہونا واضح ہو گیا تو اب اس کے مظاہر کو دیکھیے۔

۱۹۴۸ء میں عرب مسلمانوں کے علاقے فلسطین میں زبردستی یہودیوں کو لاکر بسانے کا کارنامہ اسی "غیر مسلم عالمی برادری" نے سرانجام دیا۔ انڈونیشیا جو آبادی کے لحاظ سے مسلم ممالک میں پہلے نمبر پر ہے، پچھلی دہائی میں خانہ جنگی کا شکار رہا، وہاں مسلم اور غیر مسلم آبادی کے درمیان مشرقی تیمور کے علاقے میں لڑائیاں ہوئیں، "غیر مسلم عالمی برادری" نے مداخلت کی اور غیر مسلم آبادی کے لئے ایک چھوٹا سا ملک بنوا کر ہی دم لیا۔ سوڈان میں بھی مسلم اور غیر مسلم آبادی کے درمیان فسادات ہوتے رہے اور وہاں بھی نتیجہ یہی نکلا کہ "غیر مسلم عالمی برادری" نے وہاں کے غیر مسلموں کے لئے علیحدہ ریاست کا انتظام کروا ہی لیا۔

بقیہ: صفحہ نمبر 29 پر ملاحظہ فرمائیں

صدام حسین ہمارے دشمن تھے مگر آخری سانسوں تک ان میں بزدلی اور خوف نظر نہ آیا: عراقی سیکورٹی مشیر

{مراسلہ: لطیف عزم}

عراقی سیکورٹی مشیر موفق ربیعی نے ذرائع ابلاغ سے اپنی حالیہ گفتگو میں عراق کے سابق صدر صدام حسین کی پھانسی کی وجوہات اور آخری لمحات کے متعلق رازوں سے پردہ ہٹایا ہے۔

ربیعی کا کہنا ہے کہ ایک اجلاس میں امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے عراقی صدر نور المالکی سے پوچھا صدام حسین کے ساتھ کیا کرنے کا ارادہ ہے۔ مالکی نے فوراً کہا: پھانسی۔ بش نے تائید کرتے ہوئے کہا یہی سزا دو ربیعی کے مطابق بش کی تائید کے بعد ہم نے صدام حسین کی پھانسی کے انتظامات شروع کر دیے۔

عراقی سیکورٹی مشیر نے فرانسیسی چینل سے گفتگو کرتے ہوئے مزید کہا: یہ بات ٹھیک ہے کہ صدام ہمارے خیال میں ظالم اور مجرم تھے مگر گرفتاری سے پھانسی تک ہم نے ان میں تزلزل اور بزدلی کے کوئی آثار نہیں دیکھے۔

ان کا کہنا ہے کہ "بعض اوقات مالکی حکومت کے حکام کہتے ہیں کہ صدام کی قوت اور ہمت کی باتیں کیوں کی جاتی ہیں۔ انہیں بزدل اور ڈرپوک متعارف کرایا جانا چاہیے"۔ مگر ربیعی کہتے ہیں کہ حقائق کو چھپانا نہیں چاہیے۔ میں تاریخ کو غلط حقائق نہیں بتا سکتا اس لیے میں کہتا ہوں کہ آخری سانسوں تک صدام حسین میں خوف اور بزدلی پیدا نہ ہوئی۔

صدام حسین کو عراق پر امریکی جارحیت پسندی کے بعد 13 دسمبر 2003 میں عراق میں گرفتار کیا گیا۔ اور 30 دسمبر 2004 بڑی عید کے دن انہیں پھانسی دی گئی۔

الربیعی نے اس انٹرویو میں کہا کہ صدام حسین کو جب عدالت لایا گیا ان کے ایک ہاتھ قرآن کریم کا نسخہ تھا۔ جج نے جب ان کی پھانسی کا آخری حکم سنایا تو صدام حسین نے بار بار "امریکا مردہ باد، اسرائیل مردہ باد، ایران مردہ باد، امریکی کٹھ پتلی مردہ باد" کے نعرے لگائے۔

سابق سیکورٹی مشیر کا کہنا ہے کہ: جب صدام حسین کو پھانسی کے کمرے میں لے جایا گیا پھانسی کے پھندے کو دیکھ کر وہ مسکرائے اور گہری نظروں سے مجھے دیکھ کر کہا یہ مردانگی نہیں پھانسی کسی اور طریقے سے دیتے۔

ربیعی کا کہنا ہے کہ اس موقع پر کچھ لوگوں نے یہ نعرہ لگایا "محمد باقر صدر زندہ باد، مقتدی، مقتدی"۔ مگر صدام حسین نے جواب میں انہیں مردہ باد کہا۔ اور کہا "یہ شیطان کے بچے امریکی جاسوس ہیں"۔ اس کے بعد صدام حسین نے کلمہ پڑھا جس کے بعد انہیں پھانسی دی گئی۔ ربیعی کا کہنا ہے کہ جب پھانسی کی رسی کھینچی گئی تو صدام زندہ تھے۔ پھر دوسری بار ایک اور آدمی نے رسی کھینچی اور صدام کو پھانسی دی گئی۔

انہوں نے مزید کہا کہ پھانسی کے بعد ان کا جسد خاکی امریکی ہیلی کاپٹر میں نور المالکی کے پاس قصر بغداد لایا گیا۔ مالکی صدام کے جسد کو دیکھنے کے لیے امریکی ہیلی کاپٹر میں آیا۔ صدام کے چہرے کو دیکھ کر اس نے کہا "آفرین شاباش، آپ لوگوں نے بڑا کام کیا، عراق سے ایک صدی کے لیے بغاوت کا خاتمہ کر دیا"۔

◆◆◆

ہلمند کا تاریخی معرکہ! ایک چشم کشا رپورٹ

قاری حبیب

رواں سال جون کے اواخر میں ملکی اور غیر ملکی میڈیا نے افغانستان کے صوبہ ہلمند سے طالبان کے بڑے اور منظم حملوں کی خبر دی، ہلمند میں طالبان کی ان اقدامی کارروائیوں کا مرکز و محور ضلع سنگین اور قلعہ ساروان کے علاقے تھے، ان حملوں کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ عالمی میڈیا میں ان حملوں کو عراق کے دولت الاسلامیہ کے حملوں سے تشبیہ دی گئی۔

کابل کی کٹھ پتلی حکومت اور انکے بیرونی آقا ان حملوں سے شدید بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے، اور طالبان کے ان بڑے فتوحات کو میڈیا کے ذریعے دھندلانے کی کوششیں شروع کردیں، اور بعد میں جھوٹی خبروں کا ایک نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہوا۔

ہلمند میں حالیہ کارروائیاں جتنی کامیاب، تباہ کن اور نتیجہ خیز تھیں میڈیا کی سطح پر اسکی اتنی رپورٹنگ نہیں ہوئی، اگر ایک جملے میں بات کی جائے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ کارروائیاں گزشتہ تیرہ برس کی جہادی تاریخ میں مختلف علاقوں پر قبضے، فتوحات، دشمن کے نقصانات اور مجاہدین کے ہاتھوں لگنے والی غنیمتوں کے حوالے سے سب سے کامیاب اور منظم کاروائیاں تھیں، جس کے نتیجے میں ہزاروں کلو میٹر کے علاقے جو پہلے دشمن کی چیک پوسٹس اور مراکز سے بھرے ہوئے تھے اب مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔

امارت اسلامی کے رہبری شوری کی جانب سے خیبر آپریشن کے اعلان کے بعد ہلمند کی سطح پر مجاہدین کا پہلا منصوبہ یہ تھا کہ سب سے پہلے ان علاقوں سے دشمن کا صفایا کیا جائے جن علاقوں کا کنٹرول غیر ملکی جارحیت پسندوں نے اپنے غلام کٹھ پتلی پولیس اور نام نہاد افغان فوج کے سپرد کیا ہے ان علاقوں میں سنگین، نوزاد، خانشین اور مارجہ کے گنجان آباد علاقے شامل تھے۔ اس مہم میں ضلع سنگین کا ساروان قلعہ، ضلع نوزاد کا چارکاریز، مارجہ کا ترخ ناور اور خانشین کے دو علاقے تاغز اور خیر آباد مجاہدین کے خصوصی ہدف تھے، یہ علاقے بہت گنجان آباد اور سینکڑوں میل پر پھیلے ہوئے ہیں۔

جس طرح افغانستان کے بیشتر صوبوں میں دشمن کی نقل و حرکت صرف شہروں میں اپنے مراکز تک ہی محدود ہے اسی طرح ان علاقوں میں بھی مجاہدین کی پہلی کوشش یہی تھی کہ دشمن کو صرف شہر تک محدود کیا جائے اور بعد میں شہر سے بھی دشمن کا صفایا کیا جائے۔ کیونکہ یہ تمام علاقے انتہائی اسٹریٹیجک اہمیت کے حامل تھے۔ قلعہ ساروان جو سنگین کے ستر فیصد علاقے پر مشتمل ہے شمالی ہلمند کا سب سے بڑا اسٹریٹیجک اہمیت کا حامل علاقہ ہے، جو گرشک، کجکی اور موسی قلعہ کو ملاتا ہے اسی اسٹریٹیجک اہمیت کے پیش نظر برطانوی اور امریکی جارحیت پسندوں نے اس علاقے پر قبضے کیلئے اپنے سینکڑوں فوجیوں کی جانیں گنوائیں متعدد ٹینکوں اور بھاری وسائل سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اور کئی سال کی مسلسل لڑائی کے بعد وہ ساروان قلعہ جو ایک صحرا اور دریا کے درمیان ایک اہم اسٹریٹیجک مرکز ہے پر قابض ہونے میں کامیاب ہوئے۔ لیکن طالبان کے مسلسل حملوں کی وجہ سے مذکورہ علاقے اپنے زر خرید غلاموں پولیس اور قومی ملیشیا [اربکی] کے سپرد کر کے فرار ہوگئے۔ اس سال مجاہدین نے پکا عہد کر لیا تھا کہ مذکورہ علاقوں کو دشمن کے چنگل سے آزاد کرواتا ہے۔ رواں سال [۲۰۱۴] جون کی ۱۹ تاریخ کو سینکڑوں مسلح مجاہدین زمینداور اور دوسرے علاقوں سے کشتیوں کے ذریعے دریائے ہلمند عبور کر گئے، ساروان قلعہ کے مشرقی جانب اور دریا کے کنارے پڑاو ڈالا اور پھر مغربی جانب سے دوسرے گروپ نے دشمن کے تمام مراکز اور چیک پوسٹس کو اپنے نشانے پر لیا، اور تین دن کی گھمسان لڑائی کے بعد

ساروان قلعہ میں دشمن کے ۲۴ اہم چیک پوسٹ فتح ہوئے۔ اس کاری ضرب کے نتیجے میں ساروان کے قلعہ تمام علاقوں سے دشمن کا صفایا ہو گیا، اور بچ جانے والے تمام اہلکار مغربی صحرا کی جانب فرار ہو گئے جہاں عام شاہراہ پر ان کے کچھ چیک پوسٹ موجود ہیں۔ اس آپریشن کے نتیجے میں ساروان قلعہ کا علاقہ جو ۲۵ کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے اور جس پر قبضے کیلئے غیر ملکی افواج کو پورے تین سال عرصہ لگا مجاہدین نے اللہ کی نصرت و مدد سے صرف تین دن میں دشمن کا قبضہ اس علاقے سے چھڑا کر امارت اسلامی کا پرچم لہرادیا۔

اور اسی حالت دیکھ کر امریکی اور برطانوی افواج کو شدید دھچکا لگا، کیونکہ انھیں اس علاقے پر قبضے کیلئے شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور انکے درجنوں فوجی بھی اس محاذ پر اپنے جان کی بازی ہار گئے تھے، یہی وجہ تھی کہ ملکی اور غیر ملکی دشمن قوتوں نے اس واقعے کے بعد اپنے دجالی ہتھیار میڈیا کے ذریعے شدید پروپیگنڈہ شروع کیا، جہاں ایک طرف مجاہدین کی شہادتوں کی جھوٹی خبریں دیتے رہے، تو دوسری جانب یہ جھوٹا الزام بھی مجاہدین پر لگا دیا کہ سنگین میں غیر ملکی اور خاص طور پر پاکستانی شدت پسند لڑ رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان حملوں میں کوئی غیر ملکی شامل نہیں تھا بلکہ تمام مجاہدین کا تعلق ہلمند کے مختلف علاقوں سنگین، نکی اور موسی قلعہ سے تھا۔

ساروان قلعہ کے اس تاریخی لڑائی میں دشمن کے سو ۱۰۰ سے زیادہ اہلکار ہلاک ہوئے جن میں سے دشمن تقریباً تمام لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گئے، بعد میں مجاہدین نے ۳۵ لاشیں ریڈ کراس اور باقی لاشیں علاقے کے بزرگوں کے حوالے کیں تا کہ وہ انھیں دشمن کے سپرد کرے، کیونکہ اب علاقے پر طالبان کے مکمل کنٹرول کی وجہ سے دشمن اپنی لاشیں اٹھانے کیلئے بھی نہیں آسکتا تھا۔ یاد رہے کہ اس پہلے حملے کے نتیجے میں ۱۰۰ سے زیادہ مختلف خود کار ہتھیار جن میں کلاشنکوف، ہیوی مشین گن اور پستول شامل تھے غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ آئے۔

اتنے بڑے جانی اور مالی نقصانات اٹھانے کے بعد دشمن نے ساروان قلعہ پر جوابی آپریشن کا آغاز کیا، اپنے اہلکاروں کا حوصلہ بڑھانے کیلئے مزدور فوج کا آرمی چیف شیر محمد کریمی بھی سنگین پہنچ گیا ادھر لشکر گاہ کی طرف سے بھی ایک فوجی قافلہ ان اہلکاروں کی مدد کیلئے پہنچ گیا، دشمن نے ساروان قلعہ کے دو علاقوں کنک مانده اور دریا کے کنارے شہزادی کے مقام پر اپنے کمانڈو

زاہلکار طیاروں سے اتار دیئے تا کہ ہر طرف سے مجاہدین کا محاصرہ کر کے حملہ کیا جائے، لیکن مجاہدین جو پہلے سے ہی اس متوقع صورتحال کیلئے تیار تھے نے سب سے پہلے اس آپریشن کے کمانڈر آرمی چیف کریمی کا سراغ لگایا کہ وہ سنگین کے آئی جی سکیورٹی سٹیشن میں ٹھہرا ہوا ہے، تو مجاہدین نے اس مرکز پر ھاوان اور ماٹر گولوں کی بارش کر دی جس کی وجہ سے کریمی نہایت بری حالت میں بھاگنے پر مجبور ہوا، اسکی حفاظت پر مامور فوجی قافلے کو بھی طالبان نے سنگین کے مختلف علاقوں میں نشانہ بنایا اور کچھ گاڑیاں بارودی سرنگوں کی زد میں آ کر تباہ ہوئیں، کنک مانده کے مقام پر بھی کمانڈو اہلکاروں کے پیدل دستوں پر شدید حملے کئے گئے اور یہ نام نہاد کمانڈو اپنے ایک کمانڈر علی محمد سمیت سولہ اہلکاروں کی لاشیں چھوڑ کر فرار ہو گیا، علی محمد کے قبضے سے ایک امریکی ساختہ گن، اندھیرے میں دیکھنے والی دوربین اور دوسرے جنگی وسائل بھی مجاہدین نے برآمد کر لئے، شہزادی کے علاقے میں امریکی فوجی بھی طیاروں کے ذریعے آئے تھے لیکن طالبان کے مسلسل حملوں نے انھیں وہاں سے ہلنے کی مہلت نہیں دی اور تیسرے دن انہوں نے بھی طیاروں کے ذریعے راہ فرار اختیار کر لی۔

ان حملوں میں دشمن کے زمینی فوجی قافلے شدید جانی اور مالی نقصانات سے دو چار ہوئے جن میں درجنوں فوجی گاڑیاں اور سامان لے جانے والے کئی ٹرک تباہ کر دیئے گئے، جن میں سے ۳۰ گاڑیاں اب بھی علاقے میں پڑی ان کا منہ چڑا رہی ہیں، ساروان قلعہ کی لڑائی میں دشمن کی تباہ شدہ گاڑیوں کی کُل تعداد ۱۰۰ سے زیادہ ہے۔

ساروان قلعہ کی لڑائی میں ۱۰ دس مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور ۲۵ پچیس مجاہدین زخمی ہوئے، اس جھڑپ میں چونکہ دشمن کو کاری ضرب لگی اس لئے اب اس کا بدلہ بے گناہ شہریوں سے لینے لگے، دشمن کو چونکہ علاقے سے نکال دیا گیا تھا اس لئے اب دور صحرا میں واقع اپنے مراکز سے شہری آبادی پر مارٹر اور راکٹ کے گولے پھینکتے رہے جس سے عام شہریوں کے گھروں کو شدید نقصان پہنچا، اسی طرح ان امریکی فوجیوں نے بھی چار خواتین سمیت دس افراد کو فائرنگ کر کے شہید کیا جو شہزادی کے مقام پر طیاروں سے اترے تھے۔ دشمن کے اس انتقامی اور بے رحمانہ کاروائیوں سے عام شہریوں کو بہت نقصانات اٹھانے پڑے اور کئی لوگ نقل مکانی پر مجبور ہوئے۔

ساروان قلعہ کے علاقے میں مجاہدین نے اپنے تمام مطلوبہ اہداف چند دنوں

کی لڑائی کے بعد حاصل کر لئے۔ یہ علاقہ جو کئی کلو میٹر تک پھیلا ہوا ہے اور ایک مستقل ضلع کی حیثیت رکھتا ہے دشمن کے وجود سے پاک کر دیا گیا ہے۔ اب دشمن صرف صحرا میں نگی کی طرف جانے والی شاہراہ پر اپنے چیک پوسٹوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہے اور ان مراکز کی حفاظت بھی ان کیلئے اب ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔

ساروان قلعہ کے فتح کے بعد مجاہدین نے نوزاد پر بھی آپریشن کا آغاز کیا۔

نوزاد میں چہار کاریز وہ علاقہ ہے جو ضلع نوزاد کے مرکزی علاقے کے گرد ونواح میں پھیلا ہوا ہے یہ وہ واحد علاقہ ہے جسے دشمن کے مکمل کنٹرول والے علاقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ بہت گنجان آباد علاقہ ہے اور ساروان قلعہ کے آپریشن سے صرف ایک دن قبل ۴۰۰ مسلح مجاہدین اس علاقے میں داخل ہو گئے تھے، صبح سویرے دو بدو لڑائی کا آغاز ہوا۔ پہلے دن ہی دشمن کی ۸ گاڑیاں جن میں کئی اہلکار سوار تھے تباہ ہوئیں اور بہت سارا اسلحہ مجاہدین کو بطور غنیمت ملا، اس حملے کے فوراً بعد مجاہدین نے سرکانو کے علاقے میں موجود دوسرا چیک پوسٹ بھی فتح کر لیا، جس میں ۸ اہلکار جہنم واصل اور کئی زخمی ہوئے، ہلاک ہونے والے تمام اہلکاروں کی لاشیں جائے وقوعہ پر پڑی رہ گئی، اس کاروائی میں بھی ۱۰ کلاشنکوف اور ۴ موٹر سائیکل غنیمت کے طور پر مجاہدین کے ہاتھ آئے۔ نوزاد میں دشمن نے اپنے اہلکاروں کو مزید کمک پہنچانے کیلئے موسیٰ قلعہ سے ایک فوجی قافلہ روانہ کیا، اس قافلے پر بھی مجاہدین نے گھات لگا کر حملہ کیا جس میں ۶ گاڑیاں تباہ اور متعدد اہلکار ہلاک ہوئے، نوزاد کے چہار کاریز میں لڑائی کئی دنوں تک جاری رہی یہاں تک کہ یہ علاقہ بھی دشمن کے قبضے سے چھڑا لیا گیا، اور اس علاقے میں موجود دشمن کے ۶ چیک پوسٹ بھی تباہ کر دیئے گئے، چہار کاریز کا علاقہ اب مجاہدین کے کنٹرول میں ہے اور دشمن کی نقل وحرکت صرف شہر تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

ساروان قلعہ اور نوزاد کے آپریشن کے ساتھ ہی مجاہدین نے جو حملے مارجہ اور خانشین میں کئے الحمدللہ اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں کامیاب رہے، مارجہ کے تریخ ناور کے بہت سے علاقوں سے دشمن کا صفایا کر دیا گیا اور بہت سے غنائم بھی مجاہدین کو ملے۔ خانشین میں تاغز بازار اور خیر آباد کے علاقے جو اس سے قبل امریکی غلاموں پولیس اور قومی ملیشیا [اربکی] کا گڑھ سمجھے جاتے تھے اور یہاں ان کے کئی چیک پوسٹ بھی تھے اب مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں، خانشین کی مکمل لڑائی میں صرف پانچ مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا حالانکہ دشمن کے نقصانات اس سے کئی گنا بڑھ کر تھے، یہاں ایک جھڑپ میں ۳ مجاہدین کی شہادت کو میڈیا ۴۰ سے زیادہ بتانے لگی، یہاں تک کہ بی بی سی نے اپنی ویب سائٹ پر لکھا کہ خانشین کی لڑائی جو ساروان قلعہ کی لڑائی سے شدید تر تھی اس میں درجنوں طالبان مارے گئے ہیں لیکن یہ تمام رپورٹس جھوٹ پر مبنی تھیں اور خانشین کی لڑائی میں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا صرف ۵ مجاہدین کی شہادت کے بعد سارا علاقہ فتح ہو گیا۔

مذکورہ فتوحات کے علاوہ گزشتہ ماہ بھی ہلمند میں مجاہدین نے دو اور بڑی کامیاب کارروائیاں انجام دیں، جب ساروان قلعہ کی لڑائی زوروں پر تھی تو مجاہدین نے دشمن کو پریشان اور کئی محاذوں پر مصروف رکھنے کیلئے نگی اور گرشک پر بھی ایک بڑا حملہ کیا، اس حملے میں مجاہدین نے ڈیم کے ساتھ نگی کے اہم علاقوں میں دشمن کے چیک پوسٹ اور مراکز کو نشانہ بنایا جسکے نتیجے میں ۳ چیک پوسٹ فتح اور ایک کمانڈر سمیت ۲۳ اہلکار ہلاک ہوئے، ضلع گرشک میں "دہ آدم خان" کا علاقہ جو اس سے پہلے دشمن کی قوت کے اہم مرکز کے طور پر جانا جاتا تھا اب طالبان کے کنٹرول میں ہے، اسی طرح دہ آدم کے بالکل سامنے دریائے ہلمند کے اگلے کنارے پر واقع میر مند اور زمبیلی کے علاقے جو بہت گنجان آباد علاقے ہیں اور گرشک کے بہت اہم علاقے سمجھے جاتے ہیں ان علاقوں میں جہاں اس سے قبل امریکی اور برطانوی جارحیت پسند افواج کے بے شمار مراکز تھے اور مجاہدین اور ان جارحیت پسندوں کے درمیان پچھلے چار سالوں سے ایک جنگی پٹی قائم تھی اور کئی سالوں تک یہ پٹی موجود رہی، لیکن ان حالیہ کاروائیوں کے نتیجے میں مجاہدین نے یہ تینوں علاقے [دہ آدم، زمبیلی، میر مند] دشمن کے قبضے سے چھڑا لئے، اور علاقے میں موجود امریکا کے زرخرید اہلکار گرشک کے مرکز کی طرف فرار ہو گئے۔

یہ کامیابی اس لئے بھی بڑی اہم ہے کیونکہ مذکورہ تینوں علاقے گرشک میں دشمن کیلئے قوت کے لحاظ سے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے تھے جس سے اب وہ محروم ہو گئے۔

تحریر: احمد فارسی

افغانستان جون 2014ء میں

نوٹ: اس تحریر میں صرف ان واقعات اور نقصانات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جن کا دشمن نے اعتراف کیا ہے، مزید تفصیل الامارہ ویب سائٹ اور دیگر ویب سائٹس میں ملاحظہ فرمائیں]

رواں سال جون کا مہینہ بھی گزشتہ برسوں کی طرح جہادی کارروائیوں سے بھرپور رہا، جس کے نتیجے میں اتحادی دشمن کو وسیع پیمانے پر جانی ومالی نقصان اٹھانا پڑا، اس ماہ میں مجاہدین کی کارروائیوں میں غیر معمولی اضافہ ہوا جس کے نتیجے میں دشمن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا، مصدقہ اطلاعات کی بنیاد پر رواں سال میں جون کا مہینہ اتحادی افواج اور ملکی فورسز پر بہت بھاری گزرا، جون کے مہینہ میں کی گئی کارروائیوں اور دشمن کے نقصانات کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

قابض افواج جانی کے نقصانات:

جون کے دوران قابض افواج نے اپنے 12 فوجیوں کی ہلاکت کا اعتراف کیا، اس اعتراف کی بنیاد پر جون کا مہینہ اتحادی افواج پر بھاری گزرا، ان ہلاکتوں کے ساتھ رواں برس سے اب تک ان کی ہلاکتوں کی تعداد 45 ہوگئی، جن میں 34 اہلکار امریکی ہیں اور باقی دیگر ممالک کے۔ جارحیت کی ابتداء سے اب تک ہلاک ہونے والے اتحادی فوجیوں کی کل تعداد 3454 ہوگئی جن میں 2335 امریکی، 453 برطانوی اور باقی دیگر ممالک کے اہلکار شامل ہیں۔ یاد رہے کہ ہلاکتوں کی اصل تعداد مذکورہ بالا تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔

قابض افواج کے مالی نقصانات:

مالی نقصانات کے ضمن میں گرائے جانے والے طیاروں، تباہ کئے گئے ٹینکوں اور دیگر فوجی وسائل کا ذکر بھی کریں گے جو مجاہدین کی جانب سے نشانہ بن کر تباہ ہوگئے ہیں، 12 جون کو قابض افواج کا ڈرون طیارہ صوبہ غزنی میں مجاہدین نے مار گرایا اس کے پرزہ جات کو مجاہدین نے اپنے قبضے میں لے لیا۔

نیز 25 جون کو قابض افواج کا ایک اور ڈرون طیارہ صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں گر کر تباہ ہوا، باوثوق ذرائع کے مطابق یہ طیارہ مجاہدین نے مار گرایا، اسی روز میڈیا نے ایک خبر شائع کی کہ صوبہ بامیان کے ضلع شیبر میں ایک اور ڈرون طیارہ گر کر تباہ ہوا۔ اس واقعہ سے ایک روز قبل روزنامہ واشنگٹن پوسٹ نے ایک رپورٹ شائع کی جس میں لکھا گیا تھا کہ افغان جنگ یعنی 2001ء سے اب تک 418 امریکی ڈرون طیارے تباہ ہو چکے ہیں، رپورٹ کے مطابق ان طیاروں کے نصف سے زائد افغانستان اور عراق میں دشمن کی جانب سے نشانہ بن کر تباہ ہو چکے ہیں، اور یہ تاریخ میں سب سے زیادہ مالی نقصان ہے جو امریکہ کو پہنچا ہے۔

افغان فورسز کے نقصانات:

ملکی سیکورٹی اہلکاروں کی ہلاکتوں کی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل کام ہے کیونکہ حواس باختہ دشمن ہلاک ہونے والے اپنے اہلکاروں کے بارے میں جھوٹ کا سہارا لیتا ہے وہ ذلت آمیز شکست سے دوچار ہے اس لئے اپنی فوج کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے ہلاک ہونے والے فوجیوں کی

تعداد کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے لیکن پھر بھی کبھی وہ مجبوراً اعتراف کرتا ہے یہاں پر صرف چند واقعات کی جانب اشارہ کریں گے۔

5 جون کو صوبہ غزنی کے ضلع واغز میں مقامی کمانڈر اپنے تین محافظوں سمیت بم دھماکہ میں ہلاک ہوا۔

15 جون کو صوبہ غور کے ضلع دولینی میں ڈپٹی پولیس انسپکٹر بم دھماکہ میں ہلاک ہوا، 20 جون کو صوبہ قندہار کے ضلع پنجوائی میں سابق ضلعی گورنر ہلاک ہوا، اس سے ایک روز قبل ٹریفک پولیس آفیسر اپنے دو اہلکاروں سمیت صوبہ فراہ کے ضلع پشت رود میں بم حملے میں ہلاک ہوا۔

22 جون کو صوبہ بدخشان کے ضلع جرم میں ایک مقامی کمانڈر مجاہدین کے حملہ میں ہلاک ہوا، 25 جون کو صوبہ غزن کے ضلع خواجہ عمری میں پولیس آفیسر اپنے محافظ سمیت بم دھماکہ کے حملہ میں ہلاک ہوا۔ 27 جون جمعہ کو قندہار کے ضلع نیش میں ضلعی گورنر بم دھماکہ میں ہلاک ہوا، صوبہ بلخ کے ضلع شولگر میں پولیس کے مقامی کمانڈر کو طالبان نے ہلاک کر دیا۔

عوامی نقصانات:

قابض افواج اور افغان فورسز کی جانب سے مظلوم اور نہتے شہریوں پر مظالم جاری ہیں، جون میں کم از کم 43 افراد ان کی وحشت اور ظلم کا نشانہ بن کر شہید اور 32 زخمی ہو چکے ہیں جبکہ اس کے علاوہ 18 افرا کو دتلاشی اور تحقیقات کے دوران گرفتار کیا گیا۔ یہاں پر صرف چند واقعات کی طرف اشارہ کریں گے۔

15 جون کو صوبہ فراہ کے ضلع بالا بلوک میں ملکی فورسز کے راکٹ حملہ میں دو خواتین سمیت تین افراد شہید ہو گئے اس کے علاوہ کئی گھروں کی دیواریں گر گئیں اور نقصان پہنچا، 23 جون کو مارکو کے غنی خیل علاقے میں مجاہدین کے حملے کے بعد ملکی فورسز نے اندھا دھند فائرنگ کر کے 23 افراد کو زخمی کر دیا جن میں کئی کی حالت تشویشناک ہے۔ 28 جون کو صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلگہ میں قابض افواج کے فضائی حملہ میں 6 شہری شہید ہوئے۔ 30 جون کو صوبہ بدخشان کے ضلع جرم میں قابض افواج کی وحشیانہ بمباری میں سات خواتین اور بچے شہید ہو گئے جبکہ چھ افراد زخمی ہو گئے۔ یہ بمباری شہری آبادی پر کی گئی۔

خیبر آپریشن:

خیبر آپریشن کامیابی سے ہمکنار ہو رہا ہے، اسی کامیابی کے تسلسل میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے 9 جون کو صوبہ ننگرہار کے ضلع بہسود میں سپلائی اڈے پر کامیاب حملہ کیا جس میں سینکڑوں فوجی گاڑیاں جل کر تباہ ہو گئیں اور متعدد سیکورٹی اہلکار ہلاک اور زخمی ہو گئے اس کے اگلے روز اسی صوبہ میں مجاہدین نے ایک سرکاری عمارت پر حملہ کیا جس میں درجنوں افراد ہلاک اور زخمی ہو گئے۔

9 جون کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ روزگان کے ضلع چہارچینہ میں دشمن کی 21 چوکیوں پر حملہ کیا جس میں 38 اہلکار ہلاک اور 30 سے زائد زخمی ہوئے۔

خیبر آپریشن کے سلسلے میں جمعرات 19 جون کو امارت اسلامیہ کے سرفروش مجاہدین نے کابل کے قریب نیٹو افواج کے سپلائی اڈے پر کامیاب حملہ کیا جس میں سیکڑوں کنٹینرز، ٹینک اور دیگر فوجی وسائل جل کر خاکستر ہو گئے اس کے علاوہ اس کامیاب حملہ میں متعدد غیر ملکی فوجی اور ملکی سیکورٹی اہلکار ہلاک اور زخمی ہو گئے اس سے ایک روز قبل مجاہدین نے صوبہ لغمان میں قابض افواج کا ایک ٹینک بارودی سرنگ کے ذریعے تباہ کر دیا جس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہو گئے۔

18 جون بدھ کو امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ غور کے ضلع پسابند میں ایک بڑا حملہ کر دیا جس کے نتیجے میں دشمن کی بارہ چوکیوں پر مجاہدین نے قبضہ کیا اس کے علاوہ اس حملہ میں 5 فوجی گاڑیاں، 40 موٹر سائیکلیں، 30 عدد کلاشنکوفیں، ایک عدد توپ اور دیگر الات حرب مجاہدین کو بطور مال غنیمت حاصل ہو گئے۔ مزید تفصیل کے لئے اس لنک پر کلک کر کے ملاحظہ فرمائیں،

HYPERLINK"http://shahamat-

-farsi.com/index.php/news/46192

رمضان کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کی ہلاکتیں	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
1-	قندہار	108	4	3	0	226	117	48	35	14	2
2-	ہلمند	175	1	8	8	463	178	82	18	30	1
3-	غزنی	52	0	12	3	72	32	12	2	12	0
4-	خوست	40	0	0	0	38	44	6	5	1	0
5-	نورستان	7	0	0	0	12	18	0	0	3	0
6-	میدان وردگ	81	0	0	0	103	83	18	2	1	0
7-	کونڑ	78	0	0	0	73	57	5	1	2	0
8-	پکتیکا	81	0	0	0	127	102	24	3	7	0
9-	زابل	69	0	0	0	59	31	12	0	3	0
10-	لوگر	55	0	1	0	70	17	11	0	0	0
11-	کاپیسا	18	0	0	0	14	10	4	1	0	0
12-	روزگان	48	0	0	0	57	28	12	0	7	0
13-	پکتیا	81	0	0	0	127	102	24	3	7	0
14-	فراہ	12	0	0	0	15	8	4	0	0	0
15-	کابل	23	4	0	0	31	31	18	6	1	2
16-	ننگرہار	144	2	13	14	137	142	42	5	14	1
17-	لغمان	22	0	2	0	52	30	1	8	7	0
18-	ہرات	32	0	4	0	46	32	13	3	5	0
19-	نیمروز	16	0	0	0	26	10	4	2	5	0
20-	بادغیس	10	0	0	0	12	8	4	1	0	0
21-	قندوز	55	1	0	0	53	49	10	4	2	0
22-	بغلان	20	0	0	0	25	21	3	1	1	0
23-	فاریاب	35	0	0	0	84	38	15	3	10	0
24-	غور	7	0	0	0	24	12	1	1	0	0
25-	پروان	23	1	21	3	24	7	9	1	0	0
26-	تخار	3	0	0	0	2	3	0	0	0	0
27-	سمنگان	3	0	0	0	1	3	1	0	0	0
28-	بدخشان	14	0	0	0	64	57	13	1	11	0
29-	بامیان	2	0	0	0	0	0	2	0	0	0
30-	بلخ	8	0	0	0	13	4	2	0	0	0
31-	سرپل	6	0	0	0	14	19	3	3	2	0
32-	دائی کنڈی	4	0	0	0	7	5	0	0	3	0
33-	جوزجان	9	0	0	0	7	3	0	0	2	0
34-	پنجشیر	0	0	0	0	0	0	0	0	0	0
مجموعہ		**1341**	**13**	**64**	**28**	**2078**	**1301**	**403**	**109**	**150**	**6**

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- ایک جاسوس طیارہ

فرمان امیرالمؤمنین

ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ

مسلمان بھائیو!

مسرت اور شکر کا مقام ہے کہ عیدالفطر کا یہ مبارک دن ہمیں ایسے حالات میں ملا ہے کہ جہادی میدانوں میں ہمیں مسلسل فتوحات مل رہی ہیں۔

الحمد للہ ملک بھر میں حالات جنگی لحاظ سے مجاہدین کے لیے سازگار ہیں۔ پہلے اللہ تعالی کی نصرت اور پھر مجاہدین اور عوام کی بیش بہا قربانیوں کی برکت سے وسیع علاقوں سے جارحیت پسند سمٹ رہے ہیں۔ شہری علاقوں میں دشمن کے اہم مراکز مجاہدین کے کامیاب حملوں کی زد میں ہیں۔ مفتوحہ علاقوں میں امارت اسلامیہ کی حکومت اور انتظامیہ ماضی کی بنسبت زیادہ مضبوط ہے۔ مجاہدین کی صفیں پہلے کی بنسبت زیادہ منظم، فعال اور متحد ہیں۔ افسوس کا مقام یہ ہے کہ دشمن عوام کے کچھ نا سمجھ اور غافل نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ خود میدان جنگ سے پیچھے ہٹ کر اپنی جگہ ان جوانوں کو سامنے لا رہے ہیں۔ میں پوری فوج، پولیس اور علی العموم تمام مخالفین کو دعوت دیتا ہوں کہ جارحیت پسندوں کے مفادات کی خاطر اپنے عوام سے لڑ کر خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو! آؤ اپنے عوام کے شانہ بشانہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین سے مل کر مشترکہ دشمن کے خلاف مقدس جہاد میں شریک ہو جاؤ! تاکہ دنیا و آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہو سکو۔

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

3rd Year August 2014

افغانستان